حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اور
آزادئ رائے

رانا محمد شفیق خان پسروری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب و سنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (**Upload**) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (**Download**) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور

آزادیٔ رائے

رانا محمد شفیق خان پسروری

ناشر

مخزنِ علم، اُردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب .... حرمت رسول ﷺ اور آزادی رائے

طبع اوّل .... ستمبر 2012ء

مصنف .... رانا محمد شفیق خاں پسروری

قیمت ....

ملنے کے پتے

1: روزنامہ ''پاکستان'' ۔ 41 جیل روڈ لاہور۔

2: مرکزی جمعیت اہل حدیث، 106 راوی روڈ لاہور۔

3: فیض اللہ اکیڈمی، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور۔

4: مکتبہ اسلامیہ، اُردو بازار، لاہور۔

5: مکتبہ اہل حدیث پسرور، ضلع سیالکوٹ۔

6: مکتبہ ایوبیہ، برنس روڈ، کراچی

انتساب

غیرتِ قدسیاں، نازشِ روحانیاں، فخرِ پیغمبراں، رحمتِ جہاناں

پیارے رسول ﷺ

کی عظمت و حرمت کے نام

کہ جس پر مرمٹنا، کسی بھی مسلمان کی
دلی آرزو اور عظیم سعادت ہے

دعا

والد گرامی قدر

حضرت مولانا محمد رفیق خاں پسروری رحمۃ اللہ علیہ

(جنہوں نے بچپن کی بنیاد ''محبت رسول ﷺ سے استوار کی)

والدہ مرحومہ

(جو ہماری یتیمی کو سیدھی راہ سے سنوارتی رہیں)

امیر محترم سینیٹر پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ

(جن کا خوب تر مضمون اس کتاب کا خوب ترین حوالہ ٹھہرا)

جناب محترم مجیب الرحمٰن شامی زید مجدہ

(ہر دم میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے)

☆ برادرم ملک ذوالفقار علی ☆ میاں بشیر احمد ☆ چوہدری حبیب الرحمٰن و دیگر

میرا سوہنا پروردگار ان تمام پر اپنی رحمت و برکات کو وافر و عام کرے اور ان کی دنیا و آخرت کو کامیاب ترین بنا دے (آمین ثم آمین)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	ابتدائیہ	
2	حرف ادراک	
3	حرفے چند	
4	شاتم رسول کی سزا موت کیوں؟	1
5	گستاخی کی سزا اور آزادی رائے	9
6	ناموسِ رسالت ﷺ	27
7	اسلام دشمنی کا اصل سبب	49
8	ناموسِ رسالت اور ہماری ذمہ داری	59
9	ورفعنا لك ذكرك	71
10	مسلم شعراء و ادباء کا خراجِ عقیدت	83
11	قانونِ توہینِ رسالت اور غیر مسلم زعماء	101
12	بینی ڈکٹ کو سبکدوش کر دیا جائے	107
13	پاپائیت......؟؟	111
14	حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بننے والی فلم	117
15	شیطان کے پجاری	121
16	ملعون رشدی اور دیگر بھارتی گستاخ	125

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

پیارے نبی، رسول رحمت ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ومبارکہ فضیلت وشوکت کے اعلیٰ ترین مقام ومرتبہ پر ہے۔ ساری عزتیں ان کی عزت وتوقیر کے سائے میں رکھ دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو رفعت واشرفیت کی انتہاؤں سے نوازا ہے اور حدِ ادراک سے وسیع وسعتوں سے ہم کنار کیا ہے۔

الحمدللہ! میرے نصیب میں ہوا ہے کہ میں اپنے سوہنے نبی ﷺ کے ذکر سے، اپنی زبان کو مرطوب رکھتا ہوں۔ یہ میرے لئے سعادت بھی ہے اور باعث شرف بھی۔ جب جب میں نے محسوس کیا کہ کسی طرف سے کوئی گرم سانس اٹھا ہے، میں نے اپنے قلم اور اپنی زبان کو ذکر نبی ﷺ کی سعادت سے مہکا لیا۔

الحمدللہ! پیغامِ ٹی وی پر ”پیارے رسول ﷺ کی شان ورفعنا لك ذكرك“ نامی پروگرام شروع کیا تو وہ اپنی طوالت سے مجھے سعادتوں کے خزانے عطا کرتا چلا گیا۔ میرے پاس صرف برصغیر کے تقریبا سوا دوسو غیر مسلم شعراء کرام کا وہ نعتیہ کلام موجود ہے جو انہوں نے عقیدت ومحبت میں ڈوب کر پیارے رسول ﷺ کی شان اقدس میں لکھا ہے۔ دیگر خطوں کے اصحاب قلم اس کے علاوہ ہیں۔

الحمدللہ! میں نے پیارے رسول ﷺ کی شان اقدس میں ہونے والی (مختلف مواقع کی) سازشوں پر اپنے دل کی آواز اور اپنے ایمان وتعلق کے اظہار کو مضامین اور

کالموں کی صورت میں روزنامہ ''پاکستان'' میں لکھا (بعدازاں) دیگر رسائل و جرائد نے بھی ان کو نقل کر دیا۔ آج ایک ''سعادت نامہ'' کے طور پر روزنامہ ''پاکستان'' کے (انہی میں سے) چند مضامین کو ''حرمت رسول ﷺ اور آزادی رائے'' کے نام پر شائع کر رہا ہوں۔ یہ کتاب میرے لئے باعث صدر افتخار و لائق سعادت ہے کہ ''یہ میرے نبی ﷺ سے میرے تعلق خاطر اور عقیدت کا ادنیٰ سا اظہار ہے''۔

میری جان، میری ساری متاع، میری اولاد پیارے رسول اللہ ﷺ کی حرمت و ذات والا صفات پر قربان۔ آپ ﷺ کے قدموں کی خاک دنیا والوں سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہے۔

اے کاش......! میں آپ ﷺ کے قدموں کی خاک ہوتا۔۔۔۔

فداہ ابی وامی!

والسلام

رانا محمد شفیق خاں پسروری

۲۸۔۹۔۱۴۰۲

❀ ...... ❀ ...... ❀

حرف ادراک

محترم جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف
(چیئرمین دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور)

اسلام اور کفر...... حق اور باطل...... سچ اور جھوٹ میں آویزش اور کشمکش کا سلسلہ روز اول سے جاری ہے اور شاید تا ابد جاری رہے گا۔ اسی آویزش اور کشمکش میں کبھی تو زور اور شدت پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی کشمکش اور آویزش کے سر دھیمے پڑ جاتے ہیں۔ لیکن طلوع اسلام کے دن سے لے کر آج تک دشمنی کی آنچ ایک لمحہ کے لئے بھی ماند نہیں پڑی۔

اسلام دشمن طاغوتی دنیا میں یوں تو بیسیوں دھرم ور دسیوں قومیں اور ازم ہیں مگر اسلام کے خلاف صف اول میں ہر زمانے اور ہر دور میں ہمیشہ یہود و نصاریٰ ہی کھڑے نظر آتے ہیں۔ ان دونوں قوموں کی دشمنی اور عداوت میں اس استقلال اور استمرار کا ذکر قرآن کریم میں واضح الفاظ میں کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

> وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ
> إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي
> جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿(البقرہ ۰ ۱۲۰)﴾

”یہودی اور عیسائی آپ سے اس وقت تک خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی نہیں کریں گے۔“

پھر وقت کے ساتھ ساتھ اسلام اور یہود و نصاریٰ کے مابین کشمکش اور آویزش کے کئی محاذ کھل گئے اور ہر محاذ پر سرگرمی اور شدت میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔ تاہم مغرب کی معاشی اور سائنسی برتری اور اس میدان میں ان کے تفوق نے انہیں ایک نیا

محاذ شروع کرنے پر آمادہ کر دیا ہے جو کہ میڈیا کا میدان ہے۔ چنانچہ اس محاذ پر ان کی طرف سے عداوت کا اظہار اب بد اخلاقی اور بدمعاشی کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ امریکہ کی طرف سے عالمی سطح پر پیش کیے گئے 9/11 کے ڈرامے کے بعد اس کے حمایت یافتہ مغربی ملکوں کی طرف سے اس میں بڑی ڈھٹائی اور بڑی بے شرمی پیدا ہو گئی ہے جس کی حالیہ مثال بدنام زمانہ وہ فلم ہے جو حال ہی میں بداخلاق اور بدقماش پادری ''ٹیری جونز'' کی مدد سے اور اسرائیل کے یہودی تاجروں کے مالی تعاون کے ساتھ تیار کی گئی ہے اور 9/11 کو ریلیز کی گئی ہے۔ جس میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کا مذاق اور تمسخر اڑایا گیا ہے۔ جسے امریکی حکومت اور میڈیا نے اظہار رائے کی آزادی قرار دیا ہے۔ لیکن کیا کسی عظیم شخصیت کی شان میں گستاخانہ کلمات اور جملے ادا کرنے اور کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کا نام ''آزادی اظہار رائے'' ہے۔ اگر یہ آزادی اظہار ہے تو اس کا اظہار یہودیوں کے ہولو کاسٹ (Holo Cast) پر کیوں نہیں ہوتا۔ اور کیوں اس موضوع پر اظہار خیال کرنے والے سینکڑوں لوگوں کو اب تک سزائیں سنائی جا چکی ہیں۔

دوسری طرف ''بلاس فیمی'' کا قانون مغربی اور مشرقی اقوام میں کسی نہ کسی طرح موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مذاہب کے بانیوں اور بزرگوں کا احترام ایک بین الاقوامی مسلمہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے جس کا احترام ضروری ہے۔

زیر نظر مجموعہ کے مؤلف رانا محمد شفیق خاں پسروری ایک ایسا علمی اور فکری نام ہے جو ایک طرف دینی اور مذہبی حلقوں میں بے حد احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور دوسری طرف سیاسی اور صحافتی حلقوں میں بھی اس نام کی بے حد توقیر کی جاتی ہے۔ ''پیغام ٹی وی'' کے میزبان اور روزنامہ ''پاکستان'' کے کالم نویس کے طور پر

انہوں نے جو اپنا اعتبار قائم کیا ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبان اور قلم کی خوب صلاحیت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے دردمندی سے بھرپور دل و دماغ سے بھی نوازا ہے۔ اسی لئے انہوں نے مختلف قومی اور علمی موضوعات پر جو کالم تحریر کئے ہیں انہیں اندرون و بیرون ملک بڑی توجہ سے پڑھا جاتا ہے۔

زیر نظر مجموعہ ان کے ایسے کالموں اور مضامین پر مشتمل ہے جو انہوں نے مغربی ممالک کی طرف سے ھادی عالم اور محسن کائنات کی شان میں کی جانے والی گستاخیوں کے جواب میں اور ان کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ ان میں توہین رسالت ایکٹ سے لے کر مغربی ممالک میں بلاس فیمی کے موجود قوانین کا جائزہ اور ان کا تجزیہ کیا گیا ہے اور توہین رسالت کے خوفناک انجام اور عواقب سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ اس موضوع پر مرتب ہونے والی بہترین کاوش ہونے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر بیش بہا معلومات کا بھی ذخیرہ ہے اور قارئین کے لئے ایک تحفے کی حیثیت رکھتا ہے۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کے مؤلف کے قلم میں مزید زور اور وسعت پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مولف کی زندگی اور ان کے علم میں برکت پیدا فرمائے اور اس مجموعے میں پیش کئے جانے والے کالموں اور مضامین کو آنحضور ﷺ کے دفاع میں لکھی جانے والی لاکھوں تحریروں میں سے ایک بہترین تحریر کے طور پر قبول فرمائے۔ (آمین)

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ایسوسی ایٹ چیف ایڈیٹر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

تاریخ: ۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ
25 ستمبر 2012ء

حرفِ چند

ممتاز صحافی دانشور محترم جناب قدرت اللہ چوہدری
ایگزیکٹو ایڈیٹر روزنامہ ''پاکستان''

محترم رانا محمد شفیق خاں پسروری صاحب عالمِ دین ہیں، خطیب ہیں، صحافی ہیں اور کالم نگار ہیں۔ عام معلوماتی کالموں کے علاوہ دینی موضوعات پر بھی ان کے کالم ''روزنامہ پاکستان'' میں باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔ انہوں نے حرمت رسول ﷺ کے موضوع پر بھی بہت سے مضامین لکھے اور تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ آزادی رائے کا مقصد قطعاً توہین انبیاء نہیں ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس پر مسلمانوں کے جذبات بہت نرم و نازک ہیں۔ وہ اپنے رہبر و رہنما اور ہادی برحق ﷺ کی شان میں ذرہ برابر گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن ادھر مغربی دنیا میں ایک لہر سی چل پڑی ہے کہ بعض بدبخت لوگ حیلوں بہانوں سے دنیا کی عظیم ترین ہستی کی توہین کرنے سے باز نہیں آتے۔ شفیق خاں پسروری صاحب نے بڑی عرق ریزی سے ایسی مثالیں جمع کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض جرائم پر سزائیں دیتے ہوئے حکومتوں اور عدالتوں نے ''آزادیٔ اظہار'' کا لحاظ نہیں رکھا، تو ہمارے رسول پاک ﷺ کی ذات بابرکات کی توہین کیلئے ایسا عذر کیونکر تراشا جا سکتا ہے؟ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مغربی ملکوں نے ایسے اقدامات کی منصوبہ بندی کر رکھی ہے جس کے تحت وقفے وقفے سے ایسی گستاخانہ جسارتیں کرتے رہتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں۔

توہین آمیز فلموں اور کتابوں وغیرہ میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ یہ انتہائی گھٹیا ذوق کی علامت ہیں ان کی تحریروں کا معیار انتہائی ناقص ہے۔ گستاخانہ فلم تو ہر لحاظ سے ناقص اور بے ہودہ دستاویز ہے۔ مصنف نے اس پس منظر میں موجودہ کتاب میں جو تاریخی واقعات جمع کئے ہیں ان سے ”آزادئ اظہار“ کی متھ کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی ہستی کو غیر مسلموں نے بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے اور اظہار محبت میں بہترین الفاظ پر مشتمل نعتیں کہی ہیں۔ یہ غیر مسلم بھی سمجھتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی ذاتِ والا صفات رحمت اللعالمین ﷺ کے لقب سے ملقب ہے۔ اس لئے جو لوگ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں وہ اسلام کی اعلیٰ و ارفع تعلیمات سے کورے ہیں۔

اس کتاب میں بعض غیر مسلموں کا مختصر نعتیہ کلام بھی شامل کر کے گستاخوں کو آئینہ دکھایا ہے۔ موجودہ حالات میں ایسی کتاب کی ضرورت تھی جسے مصنف نے بروقت پورا کیا ہے، جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

قدرت اللہ چودھری

ایگزیکٹو ایڈیٹر روزنامہ ”پاکستان“

بتاریخ: ۲۰۱۲_۹_۲۸

شاتم رسول (ﷺ) کی سزا موت کیوں

از: محترم جناب سینیٹر پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

یورپ کے گستاخوں نے پیارے رسول ﷺ کی شانِ اقدس میں خاکے اڑانے کی جو جسارت کی تھی، ابھی انہی سے امت مسلمہ کے دل دکھے ہوئے تھے اور زخم مندمل نہیں ہوئے تھے کہ اب ایک ملعون امریکی نے اسلام اور پیغمبر اسلام سے متعلق توہین آمیز فلم بنا ڈالی جس سے ایک بار پھر امت مسلمہ کے کلیجے کو ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی گئی ہے، اس پر پورا عالم اسلام سراپا احتجاج ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے گستاخ جتنی چاہیں کوشش کر لیں، پیارے رسول ﷺ کی عظمت کی تابناکی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ چاند پر تھوکا ہوا خود ان کے منہ پر آ گرے گا۔ مگر معاملہ ہے غیرتِ ایمانی کا کہ نبی کریم ﷺ کی عظمت و

توقیر مسلمان کے ایمان کا بنیادی جزو ہے اور علمائے اسلام دورِ صحابہؓ سے لے کر آج تک اس بات پر متفق رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا آخرت میں سخت عذاب کا سامنا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی گردن زدنی ہے۔ خود نبی رحمت ﷺ نے اپنے اور اسلام کے بے شمار دشمنوں کو (خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر) معاف فرما دینے کے ساتھ ساتھ ان چند بدبختوں کے بارے میں جو نظم و نثر میں آپ ﷺ کی ہجو اور گستاخی کیا کرتے تھے، فرمایا تھا کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو بھی انہیں واصلِ جہنم کیا جائے۔ یہ حکم (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی ذاتی انتقام پسندی کی وجہ سے نہ تھا کہ آپ ﷺ کے بارے میں تو حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرامؓ کی شہادت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا، بلکہ اس وجہ سے تھا کہ شاتم رسول ﷺ دوسروں کے دلوں سے عظمت و توقیر رسول ﷺ گھٹانے کی کوشش کرتا اور ان میں کفر و نفاق کے بیج بوتا ہے، اس لئے توہین رسول ﷺ کو ''تہذیب و شرافت'' سے برداشت کر لینا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوسروں کے ایمان چھن جانے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ نیز ذات رسالت مآب ﷺ چونکہ ہر زمانے کے مسلمان معاشرہ کا مرکز و محور ہے اس لئے جو زبان آپ ﷺ پر طعن کے لئے کھلتی ہے، اگر اسے کاٹا نہ جائے اور جو قلم آپ ﷺ کی گستاخی کے لئے اٹھتا ہے اگر اسے توڑا نہ جائے تو اسلامی معاشرہ فسادِ اعتقادی و عملی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) نازیبا الفاظ کہنے والا، امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں ساری امت کو گالی دینے والا ہے اور وہ ہمارے ایمان کی جڑ کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کا ایمان اور غیرت بچانے کے لئے ہجو نگاروں کی

گستاخیوں کی پاداش میں ان کا قتل روا رکھا۔ ان میں سے ایک ملعون کا نام ابن خطل تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی شان کے خلاف شعر کہتا اور اس کی دو لونڈیاں یہ غلیظ شعر اسے گا گا کر سناتیں۔ فتح مکہ کے دن وہ حرم مکہ میں پناہ گزین تھا۔ ابو برزہؓ صحابی نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق اسے وہیں جہنم رسید کر دیا۔

عام طور پر غزوات اور جنگوں میں آپ ﷺ کا حکم ہوتا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے، لیکن توہین رسول ﷺ اسلامی شریعت میں اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی مرتکبُ عورت بھی قابل معافی نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ابن خطل کی مذکورہ دو لونڈیوں کے علاوہ دو اور عورتوں کے بارے میں بھی جو آپ ﷺ کے حق میں بدزبانی کی مرتکب تھیں، قتل کا حکم جاری کیا تھا۔ اسی طرح مدینہ میں ایک نابینا صحابی کی ایک چہیتی اور خدمت گزار لونڈی جس سے ان کے بقول ان کے موتیوں جیسے دو بیٹے بھی تھے، رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کا ارتکاب کیا کرتی تھی۔ یہ نابینا صحابی اسے منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک شب وہ بدزبانی کر رہی تھی کہ انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ جب یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! گواہ رہو، اس کے خون کا کوئی تاوان یا بدلہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

جب حضرت عمرؓ نے گستاخ رسول ﷺ کے نابینا قاتل کے بارے میں پیار سے کہا، دیکھو اس نابینا نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اعمٰی (نابینا) نہ کہو، بصیر و بینا کہو کہ اس کی بصیرت و غیرت ایمانی زندہ و تابندہ ہے اور جب ایک اور گستاخ ملعونہ عصماء بنت مروان کو اس کے ایک اپنے رشتہ دار غیرت مند صحابیؓ نے قتل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! اگر تم کسی ایسے شخص کی زیارت کرنا

چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت و امداد کرنے والا ہے تو میرے اس جانثار کو دیکھ لو۔ یہ غیرت مند صحابی عمیر بن عدیؓ جب اس ملعونہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو ان کے قبیلہ کے بعض سرکردہ افراد نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ قتل کیا ہے؟ انہوں نے بلا تامل کہا، ہاں اور اگر تم سب گستاخی کا وہ جرم کرو جو اس نے کیا تھا تو تم سب کو بھی قتل کردوں گا۔

(الصارم المسلول لابن تیمیةؒ)

ایک اور شاتم رسول ﷺ ملعون یہودی ابو رافع کو اس کی بدگوئی کی سزا دینے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے عبداللہ بن عتیکؓ کی سرکردگی میں ایک گروپ بھیجا۔ یہ ملعون ایک محفوظ قلعہ میں رہتا تھا مگر عبداللہ بن عتیکؓ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس کے سر پر جا پہنچے اور اسے واصل جہنم کیا۔ جلدی میں واپسی کے لئے مڑے تو ایک سیڑھی سے گر کر ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اسے اپنے عمامہ سے باندھا اور قلعہ کے دروازہ سے باہر نکل آئے، مگر انتہائی تکلیف کے باوجود وہیں بیٹھ کر اپنے مشن کی تکمیل کی خوشخبری ملنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب ابو رافع کی موت کا اعلان سنا اور اطمینان ہوا اور واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ساری بات سن کر ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر دست شفقت پھیرا تو وہ اس طرح درست ہوگئی جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔ (بخاری)

ابو عفک اور کعب بن اشرف دو اور بدبخت یہودی تھے جو مسلسل نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے، ابو عفک کو سالم بن عمیرؓ نے قتل کیا اور کعب بن اشرف کو آپ ﷺ کی اجازت اور حکم سے محمد بن مسلمہؓ نے (بخاری و مسلم) جب یہودیوں نے کعب کے قتل کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے جو تکلیف دہ گستاخیاں کی تھیں اگر تم میں سے کوئی اور کرے گا تو اس کی بھی یہی سزا ہوگی۔

عہد نبوی ﷺ میں شاتمان رسول ﷺ کے بھیانک انجام کی ان متعدد مثالوں کے پیش نظر ہر دور کے مسلمان علماء کا فتویٰ یہی رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔ موجودہ حالات میں بھی عالم اسلام کے عالمی و روحانی مرکز سعودی عرب کے مفتی اعظم کے علاوہ متعدد مسلمان ملکوں کے عالی مرتبت علماء نے بھی شاتم رسول ﷺ کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ یہی صحیح ہے کہ شاتم رسول ﷺ جب معاشرے میں اپنی گندگی پھیلا چکے تو قتل کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ سچی توبہ کرنے سے وہ آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے، مگر دنیا میں بہرحال اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہی پڑیں گے۔

یہ کس قدر افسوسناک، غمناک اور شرمناک بات ہے کہ ڈنمارک کے روزنامہ ''جیلنڈر پوسٹن'' نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں گستاخانہ اور توہین آمیز خاکے شائع کئے جس سے مسلم امہ کی نہایت دل آزاری ہوئی اور ان کے دل زخمی ہوئے۔ اخبار کی اس گستاخانہ اور ناپاک جسارت کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ ان شرانگیز خاکوں سے مسلمانوں کے جذبات انتہائی مجروح ہوئے اور وہ سراپا احتجاج رہے۔ اب ایک امریکی نے مذموم فلم بنا کر انتہائی گستاخانہ قدم اٹھایا ہے مگر مغربی حلقوں میں اسے آزادیٔ اظہار کا نام دیا جا رہا ہے۔ آزادی اظہار کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کی دل آزاری کی جائے اور ان کے دینی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادی اظہار کوئی بے لگام شے نہیں بلکہ وہ بھی اپنے اصول و ضوابط رکھتی ہے جو کسی کی دل آزاری کی اجازت نہیں دیتی۔ مسلمان جس دین (اسلام) کے پیروکار ہیں وہ تو امن کا داعی، عدل و انصاف کا پیامبر، اقلیتوں کا محافظ اور انسانیت کا محسن ہے۔ کائنات شاہد ہے کہ جب چار دانگ عالم میں اسلام کا پھریرا لہرا رہا تھا تو ہر

طرف بہاروں کا سماں تھا۔ مسلم اور غیر مسلم کو یکساں انصاف اور بنیادی حقوق حاصل تھے۔ آج امریکہ جو دنیا کا تھانیدار بنا ہوا ہے، اس کا حال یہ ہے: ’’فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے۔‘‘

اس نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو اپنے مستقبل کے لئے کوئی موثر لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے تا کہ اسلام، ناموس رسالت ﷺ اور مسلمانوں کا تحفظ ہو سکے اور ایک بار پھر دنیا میں امن و سکون اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو جائے۔ عالم کفر کو معلوم ہونا چاہیے کہ ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ مسلمانوں کے دین و ایمان کا مسئلہ ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ہر مسلمان ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے مر مٹنے کا جذبہ رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کے لئے شاید یہ امر باعث حیرت ہو کہ اسلام نے بڑے سے بڑے گناہگار کے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا۔ پھر شاتم رسول ﷺ توبہ کے باوجود کم از کم دنیاوی سزا سے کیوں نہیں بچ سکتا؟ امام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر اپنی مبسوط کتاب ’’الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ‘‘ میں خوب روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شاتم رسول ﷺ کی توبہ اسے قتل کی سزا سے نہیں بچا سکتی، جب کہ امام شافعیؒ سے اس سلسلہ میں توبہ کے قبول و عدم قبول کے دونوں قول منقول ہیں۔ البتہ امام ابو جعفرؒ کے نزدیک اگر وہ سزا سے پہلے توبہ کرے تو سزا سے بچ سکتا ہے۔ خود امام ابن تیمیہؒ اکثر محدثین وفقہاء کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ شاتم رسول ﷺ توبہ کے باوجود قتل کی سزا کا مستحق ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی کتاب کے مختلف مقامات پر جو زور دار دلائل دیئے ہیں ان کا خلاصہ اور وضاحت حسب ذیل ہے:

☆ ...... شاتم رسول ﷺ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے اس بگاڑ اور فساد کی تلافی اور ازالہ نہیں ہوتا جو اس نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔

☆ ...... اگر توبہ کی وجہ سے سزا نہ دی جائے تو اسے اور دوسرے بدبختوں کو جرأت ہوگی کہ وہ جب چاہیں توہین رسول ﷺ کا ارتکاب کریں اور جب چاہیں توبہ کر کے اس کی سزا سے بچ جائیں۔ اس طرح غیروں کو موقع ملے گا کہ وہ مسلمانوں کی غیرت ایمان کو بازیچۂ اطفال بنالیں۔

☆ ...... نبی کریم ﷺ کی گستاخی کے جرم کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہے اور حقوق العباد سے بھی۔ حقوق اللہ تو اللہ چاہے خود معاف کر دیتا ہے، مگر حقوق العباد میں زیادتی اس وقت تک معاف نہیں ہوتی جب تک متعلقہ مظلوم اسے معاف نہ کرے۔ نبی اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں اگر کسی کا یہ جرم معاف کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، مگر اب اس کی کوئی صورت نہیں۔ امت مسلمہ یا مسلمان حاکم آپ ﷺ کی طرف سے نیابتاً اس جرم کو معاف کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

☆ ...... قتل، زنا، سرقہ جیسے جرائم کے بارے میں بھی اصول یہی ہے کہ اُن کا مجرم سچی توبہ کرنے سے آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے، مگر دنیاوی سزا سے نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ قاتل، زانی یا چور گرفتار ہو جائے اور کہے کہ میں نے جرم تو کیا تھا، مگر اب توبہ کر لی ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ اسی طرح شاتم رسول ﷺ بھی ارتکاب جرم کے بعد توبہ کا اظہار کرے تو دنیاوی سزا سے نہیں بچ سکتا اور اس کا جرم مذکورہ جرائم سے بدتر اور زیادہ سنگین ہے۔

ان دلائل کے پیش نظر درست یہی ہے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا قتل ہے اور اس کی سچی یا جھوٹی توبہ اسے اس سزا سے نہیں بچا سکتی۔ اس سلسلہ میں مسلمانوں کو

مغرب اور اس کی نام نہاد تہذیبی اقدار سے مرعوب ہو کر اپنے موقف میں کسی طرح کی لچک پیدا نہیں کرنی چاہیے۔ اگر برطانیہ و امریکہ میں آزادئ تحریر و تقریر کے باوجود ملک اور اس کے آئین میں حضرت عیسیٰ اور ملکہ کی توہین جرم ہے اور اگر روس میں لینن کو گالی دینا قابل تعزیر ہے تو ہمیں اپنے آقا ﷺ کی توہین کے جرم کی سزا کے بیانگ دہل اعلان سے کون روک سکتا ہے؟ ہماری تو متاع ایمان کی بقا کی ضمانت ہی نبی کریم ﷺ کی ذات والا سے محبت اور آپ ﷺ کی عظمت و توقیر ہے۔

* * * * *

گستاخی کی سزا اور آزادیٔ رائے

رسولِ رحمتؐ تو رحمت و عافیت کا وہ میٹھا اور ٹھنڈا جھرنا ہیں جو جنم جنم کے پیاسوں کی پیاس بجھاتا اور ان کی نسلوں کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی پاک تعلیمات نے تو دنیا کے سنوارنے اور نکھارنے میں ایسا اعلیٰ کردار ادا کیا کہ یگانے اور بیگانے یکساں جھوم جھوم اٹھے۔ بقول کنور مہندر سنگھ بیدی ؎

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

دنیا کی تمام اقوام کے انصاف پسند اور غیر متعصب مفکرین نے پیارے رسول ﷺ کو اپنے اپنے انداز میں (اور بعض نے مسلمانوں سے بھی بڑھ کر) نذرانۂ عقیدت پیش کیا لیکن چند ازلی بد بخت و سیاہ باطن ہیں جو انسانیت کے محسنِ اعظمؐ اور دنیا پر مجسم رحمتؐ کے حضور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں کا کوڑھ ہے جو وہ زندگی کے اندھیارے دور کرنے اور تابناکیاں بکھیرنے والے چاند پر تھوکنے کی جسارت کرتے ہیں، ان کا تھوکا چاند تک کہاں پہنچے گا، خود ان کے اپنے

چہرے پر آن گرتا ہے اور گرتا چلا جاتا ہے۔ آمنہ کا لعلؑ، مکہ کا درِ یتیم تو کائنات کا وہ عظیم ہے کہ تمام تر عظمتیں اور رفعتیں جس کے قدموں کی خاک پر قربان ہو جائیں بلکہ جو اس کے ذکرِ رفیع کے ساتھ اپنے کو خاص کر لے قدرت اس پر بھی عظمتوں اور فضیلتوں کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اس کی ناموس کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی کہ اس کا تو مالکِ کائنات خود محافظ ہے۔ یہ تو درحقیقت ہم مسلمانوں کی غیرت اور غیرتوں کی تپیدگی کا امتحان ہوتا ہے کہ ہم کس قدر مضطرب و بےقرار ہوتے ہیں۔

ازلی بدبخت و سیاہ باطن، سازش در سازش کرتے چلے جا رہے ہیں کہ کسی طور مسلمانوں کے تن سے ”روح محمد ﷺ“ کو نکال دیں۔ اسی خاطر چند سال قبل انہوں نے ڈنمارک کے ایک چیتھڑے اخبار میں پیارے رسول ﷺ کے خاکے اڑانے کی جسارت کی، پھر ناروے کے بدباطنوں نے یہی بھیانک چال چلی، دنیا بھر کے مسلمان تڑپ اٹھے، سر ہتھیلیوں پر لئے دیوانہ وار میدان میں نکل پڑے، جگہ جگہ اپنے خون کے نذرانے دے کر ناموس رسالت سے اپنے تعلق کی گواہی دی۔ امت مسلمہ، عوامی حیثیت میں تو سراپا احتجاج رہی مگر حکمران مصلحتوں کا شکار بنے رہے۔ اگر اس وقت مسلم حکومتیں بھرپور اقدام کرتیں اور ”گربہ کشتن روزِ اول“ کے مصداق ڈنمارک ناروے کی ناک مٹی میں رگڑ دیتیں تو امریکی ویب سائٹ ”فیس بک“ پر کسی اور کو خاکوں کے توہین آمیز مقابلے کی جرأت ہی نہ ہوتی اور نہ کسی ملعون امریکی کو ناروا فلم بنانے کی۔

آج مسلمان ایک بار پھر سراپا احتجاج ہیں لیکن یہ احتجاج پہلے کی طرح صرف عوامی حلقوں تک محدود ہے، مسلم حکمران، گستاخانِ امریکہ و یورپ کے خلاف کسی بھرپور عملی احتجاج و اقدام کے لئے تیار نہیں، انہیں جان لینا چاہیے کہ عالم اسلام کی

عزت، پیارے رسولؐ کی عزت و ناموس ہی میں ہے، اگر ہم ناموسِ رسالت ﷺ کی حفاظت نہ کر پائے تو یقیناً ہماری اپنی اور عالم اسلام کی عزت بھی باقی نہ رہے گی۔ ہماری حقیقی قوت کا سرچشمہ، رسول رحمت کی ذاتِ گرامی ہی ہے۔ اس کی حفاظت، اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنے میں ہماری زندگی ہے، وقت کا تقاضا ہے کہ تمام حکومتی ذرائع استعمال کر کے ان گستاخوں کا منہ توڑ جواب دیا جائے اور وہ اقدامات کئے جائیں کہ آئندہ کسی کو ایسی غلیظ سازش کرنے کی جرأت تو درکنار سوچنے تک کی ہمت نہ ہو۔ ضرورت یہ بھی ہے کہ مختلف ممالک میں مختلف باوسائل اکیڈمیاں قائم کی جائیں جو صرف اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کریں اور متعصب غیر مسلموں کی سازشوں اور غلط بیانیوں کا علمی انداز میں پردہ چاک کریں۔ خصوصاً رسول رحمتؐ کی سیرت طیبہ کو اجاگر اور مقامی زبانوں میں عام کیا جائے۔ دشمنانِ اسلام کے اشکالات و اعتراضات کا علمی بنیادوں پر جواب دیا جائے اور سب سے بڑھ کر امتِ مسلمہ کی وحدت کا سامان پیدا کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیارے رسولؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا آخرت میں دردناک اور سخت عذاب کا سامنا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی قابلِ گردن زدنی ہے۔ نبی رحمتؐ نے خود اپنے اور اسلام کے بے شمار دشمنوں کو (خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر) معاف فرما دیا لیکن چند بدبختوں (جو نظم و نثر میں آپ کی ہجو کرتے تھے) کے بارے میں فرمایا: ''اگر وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو بھی انہیں واصلِ جہنم کر دیا جائے۔'' یہ حکم (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی ذاتی انتقام پسندی کی وجہ سے نہ تھا کہ آپ ﷺ کے بارے میں تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی گواہی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ یہ حکم

اس لئے تھا کہ ناموسِ رسالتؐ میں گستاخی کی جسارت کرنے والا، دوسروں کے دل سے رسول اللہ ﷺ کی عزت وتوقیر گھٹانے کی کوشش اور ان میں کفر ونفاق کے بیج بونے کی سازش کرتا ہے۔ اس لئے کسی گستاخی کو ''تہذیب و مصلحت'' کے نام پر برداشت کر لینا، اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوسروں کے ایمان چھن جانے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ ذاتِ رسالت مآبؐ چونکہ ہر زمانے کے مسلم معاشرے کا مرکز ومحور ہے اس لئے جو زبان آپؐ پر طعن کے لئے کھلتی ہے اگر اسے کاٹا نہ جائے اور جو قلم آپ ﷺ کی گستاخی کے لئے اٹھتا ہے اگر اسے توڑا نہ جائے تو اسلامی معاشرہ اعتقادی وعملی فساد کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ پیارے رسول ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا (امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں) ساری امت کو گالی دینے اور ہمارے ایمان کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمیں ذہنی وقلبی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے ایمان اور غیرت کو بچانے کے لئے ایسے گستاخوں کی سزا صرف ان کا خاتمہ ہی ہے۔

آج کل پوری دنیا کے مسلمان ایک ملعون امریکی کی بنائی ہوئی فلم ''اینوسنس آف اسلام'' میں بعض ناروا اور ناگفتہ بہ فقرات وکلمات کے خلاف سراپا احتجاج ہیں، پوری دنیا کے مسلمان اپنے جانوں کے نذرانے ہتھیلیوں پہ لیے گلی و بازار میں اضطراب کی انتہائیوں کو پہنچے ہوئے ہیں۔ مگر انسانی حقوق کے نام نہاد علم بردار ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ جگہ جگہ لوگ مر رہے ہیں، آگ لگ رہی ہے، دھوئیں اٹھ رہے ہیں مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ان کو اس بات کا قطعاً کوئی احساس نہیں کہ دنیا بھر کے ایک ارب باسٹھ کروڑ مسلمانوں کے کلیجے چھلنی ہو چکے ہیں۔ یہ بدباطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آزادی اظہار رائے کے نام پر فلم

بنانے والے بد باطنوں کی وکالت کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی طبقے کی دل آزاری اور دنیا بھر کی بہت بڑی تعداد کی عقیدت و محبت کے پرخچے کی کوئی حیثیت نہیں، یہ آزادیٔ رائے کے من پسند معانی کا دامن تھام کر صرف مسلمانوں کو آزار پہنچانا چاہتے ہیں۔

گستاخانِ یورپ گاہے گاہے کائنات کی سب سے عظیم و افضل ہستی کی شانِ اقدس میں گستاخی کی جسارت کر کے دنیا میں سب سے زیادہ بسنے والے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں اور پھر اس کو ''آزادیٔ اظہار رائے'' کے نام سے جاری رکھنے پر اصرار بھی کرتے ہیں حالانکہ رائے کی آزادی اور کسی کی دل آزاری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دنیا کے کسی معاشرے میں رائے کے اظہار کی ایسی آزادی نہیں کہ جس کی چاہا عزت خاک میں ملا دی اور جس کے چاہا دل کے پرخچے اڑا دیئے۔ ہر معاشرے نے اپنے اپنے حالات کے مطابق اظہار رائے کی حدود مقرر کی ہیں۔ حقائق تک کو بیان کرنے کے لئے بھی حدود و قیود پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یورپ و امریکہ میں بھی جہاں فحاشی و عریانی عروج پر ہے، بچوں میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی فحش نگاری، مذہبی و نسلی منافرت پھیلانے والی تحاریر و تقاریر پر پابندی ہے۔ آسٹریا، بیلجیئم، چیک ری پبلکن، فرانس، جرمنی، اسرائیل، ایتھوپیا، پولینڈ، رومانیہ، چیکوسلواکیہ، سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں عالمی جنگوں کی تباہی کے انکار کو فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک میں ''ہولوکاسٹ'' کے انکار بلکہ اس کے بارے میں یہ تک کہنے کی اجازت نہیں کہ ''اس میں ہلاک شدہ یہودیوں کی تعداد مبالغہ آمیز ہے۔'' حالانکہ ہولوکاسٹ محض ایک پروپیگنڈا ہے جس کا بہانہ بنا کر فلسطین میں اسرائیل نامی ملک بنایا گیا تھا۔

اگر ہولوکاسٹ پر بحث کا دروازہ کھل گیا اور جھوٹ ثابت ہوگیا تو اسرائیل کا وجود ناجائز قرار پائے گا۔

۱۹۸۴ء میں ایک سکول ٹیچر ''جیمز کنگ'' نے ہولوکاسٹ کے بارے میں چند الفاظ کہے تھے، اس کو نوکری سے برخاست کر کے سزا دی گئی۔ کینیڈا کے ''ارنسٹ رنڈل'' کو ہولوکاسٹ کے بارے میں تضحیکی انداز اپنانے پر ۱۵ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ کینیڈا ہی کے ''کن میک وے'' کو انٹرنیٹ پر اس حوالے سے مضمون لکھنے پر جان سے مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ آسٹریا کے ایک لکھاری ''ڈیوڈ ڈارونگ'' نے لکھ دیا کہ ۶۰ لاکھ یہودیوں کی ہلاکت کی بات مبالغہ آمیز ہے۔'' اس کو ۱۷ سال بعد (فروری ۲۰۰۶ء میں) گرفتار کر کے تین سال کی سزا دی گئی۔ ایران کے صدر احمدی نژاد نے ''ہولوکاسٹ'' کے بارے میں تقریر کی تو پورے یورپ نے شدید احتجاج کیا تھا۔ یورپ کے بعض ممالک میں ''ہولوکاسٹ'' کے انکار پر ۲۰ سال تک کی سزا مقرر ہے۔ ایرانی صدر احمدی نژاد کی تقریر پر یہودی تنظیم کے صدر کا بیان شائع ہوا تھا کہ ''ہولوکاسٹ'' کے انکار کا مطلب ۶۰ لاکھ یہودیوں کو دوبارہ قتل کرنے کے مترادف ہے۔''

اظہار رائے کی آزادی کی بات کرنے والے یورپ و امریکہ کی اپنی حالت یہ ہے کہ ''وہاں بھی کوئی کھل کر ان کے دستور، اقتدار اعلیٰ یا پالیسیوں پر بات نہیں کرسکتا۔ صرف یورپ و امریکہ ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہتک عزت، توہین عدالت کے قوانین موجود ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں وہاں کے دستور یا اقتدار اعلیٰ سے بغاوت یا باغیانہ اظہار رائے کو سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور مجرموں کے لئے موت تک کی سزا موجود ہے۔ اسی طرح مقدس ہستیوں، مقدس

مقامات اور مقدس اشیاء کی توہین پر سزا کا قانون بھی اکثر (بلکہ تمام) ممالک میں موجود ہے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مطابق اکثر ممالک میں بلاس فیمی لاء Blasphemy Law ایک لفظ موجود ہے۔ خصوصاً آسمانی صحائف اور آسمانی ادیان سے تعلق رکھنے والی اقوام میں انبیاء و رسلؑ کی توہین قابل سزا جرم ہے۔ قدیم ایران میں تین قسم کے جرم تھے:

1 خدا کے خلاف، 2 بادشاہ کے خلاف،
3 انسانوں کے ایک دوسرے کے خلاف۔

ہندو مت میں ستیارتھ پرکاش (چمپوتی ۱۷-۱۷) صفحہ ۲۹۷ کے مطابق ''ناستک (مذہب بیزار) کے لئے خشک لکڑی کی طرح جلا کر اس کی جڑ ختم کردینے کا حکم ہے۔''

چین جہاں آج کل کوئی دینی و مذہبی حکومت نہیں، وہاں بھی مہاتما بدھ کے مجسمے کی توہین، فوجداری جرم ہے۔ ۲۹ مارچ ۱۹۹۰ء کو چین کے صوبے سی چوان میں وانگ ہونگ نامی شخص کو جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مہاتما بدھ کے مجسمے کا سر کاٹا تھا، سزائے موت سنائی گئی تھی۔ افغانستان میں طالبان نے بدھ کے مجسمے کو گرایا تو یورپ و امریکہ نے کتنا شور مچایا تھا؟

یہودیوں کے ہاں خدا، رسولؑ، یوم سبت اور ہیکل کی توہین جرم تھی اور ہے۔ حضرت عیسیٰؑ پر سردار کاہن نے اسی طرح کا الزام لگا کر پھانسی کی سزا کا مطالبہ کیا تھا۔ تفصیل (کتاب مقدس احبار باب ۲۴ فقرہ ۱۶ اور متی کی انجیل باب ۲۶ فقرہ ۲۵-۶۳) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ''رسولوںؑ کے اعمال'' کے مطابق مسیحی مبلغ مقدس اور حضرت عیسیٰؑ کے حواری پولس پر یلغار انہی الزامات کے بہانے کی گئی تھی۔ رومن

ایمپائر میں جب شہنشاہ جیٹن (قسطنطین) عیسائی ہوا تو قانون میں انبیاءؑ بنی اسرائیل کی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین جرم قرار پایا۔ روس میں بھی یہ قانون جاری رہا۔ انقلاب کے بعد مقدس انبیاءؑ کی جگہ سٹالن نے لے لی۔ لینن کے ساتھ ٹرائسکی کا المناک انجام اس کی مثال ہے جو بھاگ کر امریکہ چلا گیا مگر وہاں بھی جان نہ بچ پائی۔ برطانیہ کا کامن لاء توہین مسیح، بائبل کی اہانت وغیرہ کو ''بلاس فیمی لاء'' کے زمرے میں قابل سزا جرم قرار دیتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجیئن جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، بائبل آف میتھیو (Mathew) یعنی متی کی انجیل (۲۸-۱۲) کے حوالے سے اور بائبل، کتاب استثناء باب ۱۷ کے مطابق ''انبیاءؑ اور ان کے ساتھیوں کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے۔'' چنانچہ مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو جان سے مارا جاتا رہا ہے۔ مثلاً ۱۵۵۳ء میں برطانیہ (الزبتھ دور) میں پانچ افراد کو، ۱۵۵۳ء میں ہنگری میں ڈیوڈ نامی پادری کو، ۱۶۰۰ میں روم کے بروٹو نامی شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے جرم میں سزائے موت دی گئی۔ برطانیہ میں ۱۸۲۱ء سے ۱۸۳۴ء تک ۳۷ افراد کو مار دیا گیا۔ یہ سزا امریکہ میں بھی دی جاتی رہی۔ ۱۹۶۸ء کے بعد امریکہ میں کوئی مقدمہ دائر نہیں ہوا کہ مذہبی اور عدالتی امور الگ الگ کر دیئے گئے تھے۔ پھر بھی چند سال قبل ڈیوڈ نامی شخص کو اس کے ۳۰۰ ساتھیوں سمیت اس لئے جلا دیا گیا کہ اس نے دعویٰ کیا تھا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔''

برطانیہ کے ڈینس لی مون نے (جو کہ گے نیوز کا ایڈیٹر تھا) ایک مزاحیہ نظم لکھی، پھر معافی بھی مانگی اور وضاحت کی کہ محض تفریح طبع کی خاطر ایسا کیا۔ پھر بھی جیوری نے اس کو سزا سنا دی۔ وہ اپیل لے کر ہاؤس آف لارڈز میں گیا مگر سزا بحال رہی۔

۲۷ جنوری ۲۰۰۳ء میں ٹیلی گراف میں اسرائیلی وزیراعظم کا کارٹون شائع ہوا کہ وہ فلسطینی بچوں کی کھوپڑیاں کھا رہا ہے۔ یہودیوں کے احتجاج پر معذرت کی گئی۔ اٹلی کے وزیراعظم نے حضرت عیسیٰ کی مشابہہ حکومت کی بات کی، پھر اس پر معذرت کی۔ محمد علی (کلے) نے ویت نام جنگ کے متعلق امریکی پالیسی پر بیان دیا، اس کا عالمی چیمپیئن کا ٹائٹل چھین لیا گیا۔ الجزیرہ ٹی وی نے ۶ امریکی فوجیوں کی لاشیں دکھائیں، احتجاج کیا گیا بلکہ اس کے آفس پر بمباری کر کے تباہ کر دیا گیا اور عملے کے لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔ اسرائیل کے لبنان پر حملے کے بعد کونڈا لیزا رائس نے ''گریٹر اسرائیل'' کی بات کی، اس پر ایک فلسطینی اخبار نے کارٹون بنا کر کونڈا کا مذاق اڑایا تو امریکی محکمہ خارجہ نے شدید احتجاج کیا، مثالیں بے شمار ہیں۔

۱۵ اپریل ۲۰۰۸ء کو فرانس کی پارلیمنٹ نے خواتین کو وزن کم کرنے پر ابھارنے والے اشتہارات شائع کرنے کو جرم قرار دیا اور اس کی خلاف ورزی پر ۲ سال قید اور ۳۰ ہزار یورو جرمانے کی سزا قرار دی اور اگر کوئی خاتون مر گئی تو اشتہاری کمپنی یا میگزین و اخبار کے ایڈیٹر کو ۳ سال قید اور ۴۵ ہزار یورو کی سزا کا اعلان کیا۔ فرانس کے وزیر صحت نے اس موقع پر کہا کہ ''نوجوان لڑکیوں کو وزن گھٹانے کے لئے کم خوراکی پر مائل کرنا، اظہار رائے کی آزادی نہیں بلکہ ایسے پیغامات، موت کے پیغامات ہیں۔''

19 ستمبر 2012ء کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ برطانیہ میں کثیر الاشاعت آئرش اخبار ''دی سن'' کے ایڈیٹر مائیکل اوکینی کو محض اس لئے معطل کر دیا گیا کہ اس کے اخبار میں برطانوی شہزادہ ہیری کی متنازعہ تصاویر شائع ہوئی ہیں۔ پاکستان وزیر ریلوے غلام احمد بلور نے گستاخ کو قتل کرنے والے کیلئے انعام کا اعلان کیا

ہے تو امریکی عہدیداروں اور امریکہ کے غلاموں نے احتجاج اور مذمت شروع کر دی ہے۔ ''کیا یہ آزادی رائے ہیں''؟

15 مئی' 2010ء یونان کے شہر سیلونیکا میں ایک یہودی قبرستان کے باہر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھنے پر تین افراد کو گرفتار کیا گیا جن میں ایک 17 سالہ بچہ بھی شامل تھا۔ اسی دن یعنی 15 مئی کو پولینڈ کے جنوب میں ایک فٹ بال سٹیڈیم سے پانچ شائقین کو گرفتار کیا گیا جنھوں نے یہودیوں کے بارے میں ایک بینرز پر ایک بڑا سا کارٹون بنایا تھا جس میں ایک لمبی ناک والا شخص جو یہودیوں کی علامت ہے اس پر موت کی علامت بنائی گئی تھی۔ 11 مئی، 2010ء کو کینیڈا کے ایک 83 سالہ بوڑھے شخص میکس مہر کو چھ ماہ قید سنائی گئی اور دو سال پروبیشن پر رکھنے کو کہا گیا جس نے دیوار پر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھے تھے۔ 6 مئی 2010ء کو امریکہ کے شہر نورفوک کی عدالت نے ایک شخص کرسٹوفر بروکس کو پانچ سال قید کی سزا سنائی جس نے ساٹھ سٹکروں پر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھے اور نہیں گرجے کی دیواروں پر لگایا۔ 3 مئی، 2010ء کو ناروے کی وزارتِ ثقافت نے ایک مصری ٹیلی ویژن ''الرحمۃ'' کی نشریات پر پابندی لگا دی کیونکہ وہ یہودیوں کے خلاف نفرت اُگلتا تھا۔ اسی ٹیلی ویژن چینل پر فرانس میں 31 اکتوبر 2004ء کو اس وقت پابندی لگائی جب اس نے ایک مصری عالم دین کی یہودیوں کے خلاف تقریر نشر کی۔ 30 اپریل 2010ء کو برطانیہ کی نیوکاسل عدالت نے 19 سالہ نکی ڈیوسن جو ایک دودھ بیچنے والا نوجوان ہے اس کو اس بات کا مجرم قرار دیا گیا کہ اس نے انٹرنیٹ پر یہودیوں کے خلاف آرین سٹرائک نامی گروپ بنایا تھا۔ اس سارے فیصلہ کی سماعت صرف پچاس منٹ میں مکمل ہو گئی۔ 16 اپریل 2010ء کو جرمنی کے شہر ریگن برگ کی ایک عدالت نے ایک عیسائی بشپ

رچرڈ ولیم سن کو اس بات پر سزا سنائی کہ اس نے سویڈن کے ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ جنگ عظیم دوئم میں یہودیوں کا قتل عام ہوا تھا۔ 14 اپریل 2010ء کو فرانس کی حکومت نے وہاں کے ایک سیٹلائٹ آپریٹر کو حکم دیا کہ وہ ایک مصری چینل کی نشریات مکمل طور پر بند کر دے کیونکہ یہ یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلاتا ہے۔ 12 اپریل 2010ء کو اٹلی کی ایک عدالت نے ایک شخص پاؤلو منزی کو اس بات پر مجرم قرار دیا کہ اس نے انٹرنیٹ پر ایک بلاگ بنایا تھا جس میں 162 یونیورسٹی پروفیسروں کی لسٹ شائع کی تھی جو متعصب یہودی ہیں۔ کینیڈا کی یارک یونیورسٹی نے یکم اپریل 2010ء کو ایک طالب علم کو یونیورسٹی سے نکال دیا جس نے یہودیوں کے خلاف ایک ویب سائٹ بنائی تھی۔ اس وقت وہ شخص انٹیریو پولیس کی تحویل میں ہے۔ 25 مارچ 2010ء کو امریکہ کے شہر یوجین کی پولیس نے ایک شخص مائیکل رسٹر کو گرفتار کیا جو بازاروں میں یہودیوں کے خلاف نعرے لگاتا تھا۔ 18 مارچ 2010ء کو امریکہ کی ریاست ٹیکساس کی عدالت نے ایک فرم برادر سکاٹ کو ایک لاکھ پندرہ ہزار ڈالر جرمانہ کیا تھا کیونکہ اس کے اعلیٰ افسران اکثر گندے یہودی "Dirty Jew" جیسے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ 18 مارچ 2010ء کو کینیڈا کے شہر کالگری میں ایک 17 سالہ لڑکے کو گرفتار کیا گیا جو دیواروں پر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھتا تھا۔ 9 مارچ 2010ء کو سپین کے شہر بارسلونا کی عدالت نے ایک شخص پیڈرو ویریلا کو دو سال نو ماہ قید کی سزا سنائی۔ یہ شخص ایک کتابوں کی دکان یورپا بک سٹور کا مالک تھا اور یہودیوں کے خلاف کتابیں بیچتا تھا۔ 20 فروری 2010ء کو امریکہ کے شہر بوگا رائن کی پولیس نے 15 سے 16 سال کی عمر کے تین لڑکوں کو گرفتار کیا جنہوں نے ایک یہودی عبادت گاہ کے پاس کھڑے

ہو کر انہیں برا بھلا کہا تھا۔ 18 فروری، 2010ء کو چیک ریپبلک کی سپریم کورٹ نے ایک سیاسی پارٹی ''ورکرز پارٹی'' پر پابندی لگائی کیونکہ وہ یہودیوں کے خلاف نظریات رکھتی تھی۔ 13 فروری 2010ء کو برطانیہ کی لبرل ڈیموکریٹ کی رکن اور ترجمان بیرنس جینی ٹونگے کو پارٹی سے برطرف کر دیا کیونکہ اس نے صرف یہ بیان دیا تھا کہ اسرائیلی افواج نے ہیٹی کے زخمیوں کے اعضاء فروخت کر ڈالے تھے۔ 11 فروری 2010ء کو برطانیہ کے کلیمنگ علاقے کے جج نے 18 سالہ جورڈن بوکٹن کو مجرم قرار دیا کیونکہ اس نے ایک نوکری دینے والے ادارے میں یہ نعرہ لگایا تھا ''یہودی کے لیے موت'' اسے بارہ ماہ کی سزا سنائی گئی۔ 5 جنوری 2010ء کو نیویارک کے علاقے بروک لین کے ایولو ایونو کو اس جرم پر 18 سال قید کی سزا سنائی گئی کہ اس نے 23 جگہوں پر یہودیوں کے خلاف بینرز لگائے تھے۔ 5 فروری 2010ء کو روس کے شہر پیٹرز برگ کے اخبار آرتھوڈکس رشیا کے چیف ایڈیٹر کانٹینٹن ڈرشبود کو تین سال سزا سنائی کیونکہ اس نے اپنے اخبار میں یہودیوں کے خلاف لکھا تھا۔

ہر ملک میں اظہار رائے کے لئے حدود متعین ہیں، اس لئے گستاخان یورپ کی خباثتوں اور مسلمانوں کی دل آزاری کے اقدامات پر اس بہانے کو استعمال کرنا ایک طرح کی واضح دہشت گردی ہے۔ خود ڈنمارک کے اسی اخبار (سلنڈر پوسٹن) کہ جس نے خاکے اڑانے کی جسارت وسازش کی تھی، ۲۰۰۴ء میں اس کے کارٹونسٹ ''کرسٹوفر زیلر'' نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاکے بنانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ ''اس سے عیسائیوں کے جذبات مجروح ہوں گے'' یعنی یورپ وامریکہ کے گستاخ جان بوجھ کر مسلمانوں کو آزار پہنچاتے ہیں۔

مذہبی عقیدتیں نازک اور حساس ہوتی ہیں، ان کا تعلق دماغ سے زیادہ دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

دل کے ہاتھوں مجبور عقیدت مند کبھی اپنی مقتدا اور مقدس ہستیوں پر حرف زنی و حرف گیری قبول نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ انعام میں ہے ”معبودان باطلہ کو بھی گالی نہ دو کہ کہیں ان کے ماننے والے سچے اللہ کو بے علمی میں گالی نہ دے دیں۔“

دنیا میں جہاں بھی مذہب اپنے زندہ شعور کے ساتھ موجود ہے، وہاں اس مذہب کے بانیان و مقتدا کی توہین پر کڑی سے کڑی سزائیں رکھی گئی ہیں۔ البتہ اگر کسی جگہ عیاشی ہی کو بطور مذہب اپنا لیا جائے تو سوچ کے دھارے بدل جائیں گے اور وہاں کے مردہ ضمیر ”آزادیٔ رائے“ کے نام پر سب کچھ سہہ جاتے اور قبول کر لیتے ہیں۔ قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ ”نمرود کے دور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے بتوں کے بارے میں جب کہا: ”اے میرے باپ! ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ (مریم)

تو اس نے کہا تھا: ”اگر تو باز نہ آیا تو تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا۔“ (مریم)

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو توڑ ڈالا تو بت پرستوں نے مشورہ کیا کہ کیا سزا دی جائے تو وہ لوگ پکار اٹھے: ”کہنے لگے اسے جلا دو۔“ (انبیاء)

گویا اگر مذہبی عقیدتیں باقی ہوں تو جھوٹے مذہب بھی اپنی مقتدا ہستیوں کی توہین پر سنگسار کرنے اور جلانے پر تلے نظر آتے ہیں۔ تیسری صدی عیسوی میں ایران میں بہرام اول کے دور میں مانی کو مذہبی عقائد کی توہین کرنے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی کھال اتار کر اور اس میں بھس بھر کر جندلی شاہ پور کے دروازے پر لٹکا دیا گیا بلکہ مانی کے بارہ ہزار پیروکار بھی قتل کر دیئے گئے۔ سقراط کو زہر کا پیالہ پینے پر کیوں مجبور کیا گیا تھا؟ انہی مذہبی عقائد کی خلاف ورزی پر عیسائی ادوار میں گلیلیو کو سزائے موت کا حکم کیوں ہوا؟ جادوگرنیوں کے نام پر ہزاروں عورتوں کو کیوں جلایا گیا؟ محض اسی باعث ہندوؤں کے ہاں ''ویدوں کی نندنا یعنی بے قدری کرنے والا ناستک ہے'' اور ''جو ناستک ویدوں کے علم کا مخالف ہو، اس بدذات کو جڑ بنیاد کے ساتھ ناس (تباہ) کر دیا جائے۔'' بائبل کتاب ''خروج'' میں ہے ''تم سب کو ماننا وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے کہ وہ ضرور مار ڈالا جائے گا۔'' (اعمال باب ۲۱، فقرہ ۲۷-۳۶) بائبل کی کتاب ''استثناء'' میں ہے، ''اگر کوئی گستاخی سے پیش آئے اور کاہن کی بات اور قاضی کا کہا نہ مانے، وہ شخص مار ڈالا جائے۔''

اٹھارویں صدی تک برطانیہ وغیرہ میں توہین مسیح کی سزا موت ہی رہی ہے۔ چند مثالیں جو ہمارے سامنے آئی ہیں ۱۵۵۳ء (الزبتھ دور) میں ۷ افراد کو موت کی سزا دی گئی۔ ۱۵۵۹ء میں ہنگری میں ڈیوڈ نامی پادری کو سزائے موت ملی، ۱۶۰۰ میں روم میں برونو نام کے شخص کو مار ڈالا گیا۔ ۱۸۳۳ء تک تھوڑے عرصے میں برطانیہ میں ۲۷ افراد اس جرم کی سزا میں مارے گئے۔ اب اگرچہ برطانیہ میں کامن لا Common Law ہے پھر بھی اس کی رو سے جو توہین مسیح یا کتاب مقدس کی سچائی کا انکار کرے وہ

بلاس فیمی Blas phemy کا مرتکب ہوگا اور اس کی سزا تخت و تاج برطانیہ یا حکومت کے خلاف بغاوت کے جرم کے مطابق عمر قید تک ہوسکتی ہے۔

لندن کے اخبار The Times کے مطابق برطانوی عدالت نے 27 اگست 1988ء کو Gay News کے ایڈیٹر ''ڈینز لیمور'' (جس نے ۱۹۸۷ء کو ایک نظم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تضحیکی الفاظ لکھے تھے) کے خلاف فیصلہ سناتے ہوئے کہا: ''خلوص اور احترام کا ماحول ہی بلاس فیمی کے منافی نہیں، دیکھنا پڑتا ہے کہ اس طرح کے الفاظ و اقدامات سے عیسائی مذہب کے ماننے والوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں؟ اس بارے میں واضح قانون موجود ہے، ہر وہ پبلی کیشن، بلاس فیمی متصور ہوگی جو خدا، یسوع مسیح یا بائبل کے بارے میں دشنام طرازی، توہین آمیز اور مضحکہ خیز مواد پر مشتمل ہو۔ قانون آپ کو یہ اجازت دے سکتا ہے کہ عیسائی ملک پر حملہ کریں، تختہ الٹ دیں یا عیسائی مذہب کا انکار کردیں لیکن مذہب کے بارے میں ''نازیبا'' اور ''غیر معتدل'' الفاظ و اقدام کی اجازت ہرگز نہیں۔''

گستاخانہ کلمات اور بے ادبی کی سزا اور حوصلہ شکنی کے لئے دنیا کے کئی ممالک میں قوانین موجود ہیں، مثلاً

1 آسٹریا (آرٹیکل ۱۸۸-۱۸۹ کریمنل کوڈ)
2 فن لینڈ (سیکشن ۱۰ چیپٹر ۱۷ پینل کوڈ)
3 جرمنی (آرٹیکل ۱۱۶ کریمنل کوڈ)
4 ہالینڈ (آرٹیکل ۱۴۷ کریمنل کوڈ)
5 سپین (آرٹیکل ۵۲۵ کریمنل کوڈ)
6 آئرلینڈ (آئرلینڈ کے دستور کے آرٹیکل 40,6,1,i کے مطابق کفریہ مواد

کی اشاعت ایک جرم ہے۔ منافرت ایکٹ ۱۹۸۹ء کے امتناع میں ایک گروہ یا جماعت کے لئے مذہب کے خلاف نفرت بھڑکانا بھی شامل ہے۔

7 کینیڈا (سیکشن ۲۹۶ کینیڈین کریمنل کوڈ) کہ عیسائی مذہب کی تنقیص و تضحیک ایک جرم ہے۔

8 نیوزی لینڈ (سیکشن ۱۲۳ نیوزی لینڈ کرائمز ایکٹ ۱۹۶۱) مثال کے طور پر عیسائی دنیا میں گرجوں کی تقدیس کو قانون کا درجہ حاصل ہے، بعض یورپی ممالک کے دساتیر میں ان کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ ڈنمارک کے دستور کی سیکشن ۴ (سٹیٹ چرچ) کی مثال موجود ہے جس میں کہا گیا ہے: او تنجیلیکل لوتھرن (پروٹسٹنٹ) چرچ ڈنمارک کا ریاستی قائم کردہ چرچ ہوگا اور اس کی مدد و اعانت ریاست کے ذمہ ہوگی۔''

آزادی تقریر و تحریر ایک بنیادی حق تو ہے مگر مطلق حق نہیں۔ اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے ڈنمارک اور ناروے کے گستاخوں کی طرف سے خاکوں کی اشاعت پر کہا تھا: ''میں بھی آزادی تقریر و تحریر کا احترام کرتا ہوں مگر یہ آزادی مطلق نہیں ہوتی۔'' سابق برطانوی وزیر خارجہ جیک اسٹرا نے کہا تھا: ''آزادیٔ رائے کا ہم سب احترام کرتے ہیں لیکن بے عزتی اور اشتعال انگیزی کی کوئی چھوٹ نہیں دی جا سکتی، میرے خیال میں ان خاکوں کی اشاعت زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔

امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے بیان جاری ہوا تھا: ''یہ خاکے واقعی توہین آمیز اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا موجب ہیں۔'' ان تمام کے باوجود گستاخان یورپ و امریکہ مسلمانوں کے دل خون کر رہے ہیں اور مسلسل دل آزاری کرتے چلے جا رہے ہیں، کیوں؟

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق ''اپنے خیالات، معلومات اور آراء کا گورنمنٹ کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اظہار کرنا، آزادیٔ اظہار رائے کہلائے گا۔'' کینیڈین سپریم کورٹ نے آزادی رائے کے بارے میں اہم مقاصد بیان کئے کہ 1 جمہوریت کے فروغ کے لئے، 2 ریاستی یا گروہی زیادتیوں کی روک تھام کے لئے، 3 حقیقت کی تلاش کے لئے، ہر فرد آواز اٹھا سکتا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، آزادیٔ رائے کی تعریف کے ساتھ ساتھ ہر اس گفتگو یا رائے پر پابندی کی بات کرتا ہے جو واضح حقیقی خطرے کی موجب ہو، یعنی 1 کسی پر بہتان لگایا گیا ہو، 2 فحاشی کی موجب ہو، 3 کسی پر دباؤ ڈال کر مجبور کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔'' اس طرح اقوام متحدہ کے ''اعلامیہ برائے سیاسی وسماجی حقوق'' جو جنرل اسمبلی نے ۱۹۶۶ء میں منظور کیا تھا کا آرٹیکل ۲۰ تشدد کے فروغ، نسلی تعصب، مذہبی منافرت اور کسی بھی قسم کے امتیازی رویئے پر مبنی تقریر و تحریر پر پابندی کی بات کرتا ہے۔

اظہار رائے کی بے مہار اور کھلی آزادی، نسلی، گروہی، لسانی و علاقائی عصبیتوں کے فروغ اور باہمی فساد و جدال کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کے ذریعے کسی کے عقائد اور مذہب کی تضحیک کے ذریعے قتل و غارت گری کی راہ بھی کھل سکتی ہے۔ اسی لئے تقریباً ہر جمہوری ملک میں اسے قانونی طور پر روکا گیا ہے اور قابل تعزیر جرم گردانا گیا ہے۔ خود ڈنمارک (جہاں سب سے پہلے خاکوں کی بدطینتی سامنے آئی تھی) کا قانون بھی خاموش نہیں۔ وہاں بھی ناموس مذہب کا قانون ''بلاس فیمی لا'' عرصے سے موجود ہے اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۴۰ کے مطابق ''جو لوگ کسی مذہبی برادری کی عبادات اور مسلمہ عقائد کا کھلا مذاق اڑائیں یا ان کی توہین کریں، ان کو جرمانے اور قید کی سزا دی جائے گی۔

یورپ وامریکہ کو اپنی تہذیب وتمدن پر بہت ناز ہے۔ ایک طرف تو وہ پرندوں اور جانوروں کے تحفظ اور آرام کا خیال کرتے نظر آتے ہیں لیکن جب اسلام اور مسلمانوں کا معاملہ آجائے تو ان کے بعض شہریوں کی سوئی ہوئی حیوانیت کیوں جاگ اٹھتی ہے؟ پیارے رسول ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے ذریعے صرف مسلمانوں کے کلیجے کو ہاتھ ڈالنا، مضطرب کرنا اور زندگی تلخ تر بنانا ہی ان کا مقصد کیوں بن جاتا ہے؟

* * *

ناموس رسالت ﷺ......!!!

ازلی بد بخت و سیاہ باطن، سازش در سازش کرتے چلے جا رہے ہیں کہ کسی طور مسلمانوں کے تن سے ''روح محمد ﷺ'' کو نکال دیں۔ اسی خاطر چند سال قبل انہوں نے ڈنمارک کے ایک چیتھڑے اخبار میں پیارے رسول ﷺ کے خاکے اڑانے کی جسارت کی، پھر ناروے کے بد باطنوں نے یہی بھیانک چال چلی، دنیا بھر کے مسلمان تڑپ اٹھے، سر ہتھیلیوں پر لئے دیوانہ وار میدان میں نکل پڑے، جگہ جگہ اپنے خون کے نذرانے دے کر ناموس رسالت سے اپنے تعلق کی گواہی دی۔ امت مسلمہ، عوامی حیثیت میں تو سراپا احتجاج رہی مگر حکمران مصلحتوں کا شکار بنے رہے۔ اگر اس وقت مسلم حکومتیں بھرپور اقدام کرتیں اور ''گربہ کشتن روزِ اوّل'' کے مصداق ڈنمارک ناروے کی ناک مٹی میں رگڑ دیتیں تو آج امریکی ویب سائٹ ''فیس بک'' پر کسی اور کو خاکوں کے توہین آمیز مقابلے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔

آج مسلمان ایک بار پھر سراپا احتجاج ہیں لیکن یہ احتجاج پہلے کی طرح صرف عوامی حلقوں تک محدود ہے، مسلم حکمران گستاخان امریکہ و یورپ کے خلاف کسی بھرپور عملی احتجاج و اقدام کے لئے تیار نظر نہیں آتے، انہیں جان لینا چاہئے کہ عالم اسلام کی عزت، پیارے رسول ﷺ کی عزت و ناموس ہی میں ہے، اگر ہم ناموسِ رسالت کی حفاظت نہ کر پائے تو یقیناً ہماری اپنی اور عالم اسلام کی عزت بھی باقی نہ رہے گی۔ ہماری حقیقی قوت کا سرچشمہ، رسول رحمت ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ اس

کی حفاظت، اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنے میں ہماری زندگی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تمام حکومتی ذرائع استعمال کر کے ان بدطینتوں کا منہ توڑ جواب دیا جائے اور وہ اقدامات کیئے جائیں کہ آئندہ کسی کو ایسی غلیظ سازش کرنے کی جرأت تو درکنار سوچنے تک کی ہمت نہ ہو۔ ضرورت یہ بھی ہے کہ مختلف ممالک میں مختلف باوسائل اکیڈمیاں قائم کی جائیں، جو صرف اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کریں اور متعصب غیر مسلموں کی سازشوں اور غلط بیانیوں کا علمی انداز میں پردہ چاک کریں۔ خصوصاً رسول رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کو اُجاگر اور مقامی زبانوں میں عام کیا جائے۔ دشمنانِ اسلام کے اشکالات و اعتراضات کا علمی بنیادوں پر جواب دیا جائے اور سب سے بڑھ کر امتِ مسلمہ کی وحدت کا سامان پیدا کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیارے رسول ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا آخرت میں دردناک اور سخت عذاب کا سامنا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی قابل گردن زدنی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے خود اپنے اور اسلام کے بے شمار دشمنوں کو (خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر) معاف فرما دیا لیکن چند بدبختوں (جو نظم و نثر میں آپ کی ہجو کرتے تھے) کے بارے میں فرمایا: ''اگر وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو بھی انہیں واصلِ جہنم کر دیا جائے۔'' یہ حکم (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی ذاتی انتقام پسندی کی وجہ سے نہ تھا کہ آپ ﷺ کے بارے میں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ یہ حکم اس لئے تھا کہ ناموسِ رسالت ﷺ میں گستاخی کی جسارت کرنے والا، دوسروں کے دل سے رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر گھٹانے کی کوشش اور ان میں کفر و نفاق کے بیج بونے کی سازش کرتا ہے۔ اس لئے کسی گستاخی کو ''تہذیب و مصلحت'' کے نام

پر برداشت کر لینا، اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوسروں کے ایمان چھن جانے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ ذاتِ رسالت مآب ﷺ چونکہ ہر زمانے کے مسلم معاشرے کا مرکز و محور ہے اس لئے جو زبان آپ ﷺ پر طعن کے لئے کھلتی ہے اگر اسے کاٹا نہ جائے اور جو قلم آپ ﷺ کی گستاخی کے لئے اٹھتا ہے اگر اسے توڑا نہ جائے تو اسلامی معاشرہ اعتقادی و عملی فساد کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ پیارے رسول ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا (امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں) ساری امت کو گالی دینے اور ہمارے ایمان کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمیں ذہنی و قلبی تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے ایمان اور غیرت کو بچانے کے لئے ایسے گستاخوں کی سزا صرف ان کا خاتمہ ہی ہے۔

قرآن پاک نے تو حکم دے رکھا ہے، کہ ''لوگو! خبردار ان معبودانِ باطلہ کو بھی کہ جن کی لوگ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں ان کو بھی گالی نہیں دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ردعمل کے طور پر ان معبودوں کو ماننے والے تمہارے رب کو گالی دینا شروع کر دیں۔'' وہ معبودانِ باطلہ جن کی تردید دینِ حق کی بنیاد اول اور اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے ان کو گالی دینے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ ایسی شخصیت کے بارے میں زبانوں کو گندہ کیا جائے جو انسان کو سبق ہی لوگوں کی عزت و احترام کا دیتی ہیں۔

وہ نبی برحق، وہ رہبر کامل، وہ ہادئ عالم، جنہوں نے لوگوں پر عزتوں کی برکھا برسائی، جنہوں نے لوگوں کو عزت سے آشنا کیا تھا، جنہوں نے دوسروں کے احترام کا حکم دیا تھا، جنہوں نے کہا تھا کہ خبردار اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کی دل آزاری کا ساماں نہیں کرنا۔

آج کچھ دانشور کہلانے والے (ایسی دانش پر پھٹکار) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں کو کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ نعوذ باللہ۔ کسی کے باپ کو کوئی گالی دے تو انسان قتل

کرنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ کسی کی ماں کے بارے میں گندہ لفظ کہے اور وہ خاموش رہے تو لوگ کہتے ہیں بے غیرت ہے، پتہ نہیں اپنے ماں باپ کا ہے کہ نہیں۔ غیرت کا تقاضا ہوتا ہے کہ ماں باپ کے خلاف بات کرنے والے کی زبان کو روکا جائے اور وہ لوگ آج یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنیوالوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہ کہ جو خود اپنے بارے میں کوئی لفظ کہنے والوں کو قطعاً معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

آج گئے گزرے دور میں ایسے دور میں جہاں قدم قدم پر انسانیت کی تذلیل ہو رہی ہے۔ آج ایسے دور میں جس دور میں غیرت کا نام ونشان مٹ چکا ہے، آج ایسے دور میں بھی کوئی ملک ایسا نہیں جہاں ازالہ حیثیت عرفی کا قانون موجود نہ ہو، جہاں ہتک عزت کا قانون موجود نہ ہو اور ہر شخص کی حیثیت کے مطابق اس جرم کے اندر قوانین وضع کئے گئے ہیں، ہتک عزت کے دعوے لوگوں کی عزتوں کے مطابق، ان کی حیثیت کے مطابق اور اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی، نعوذ باللہ! جو کائنات میں سب سے اعلیٰ، اشرف، افضل اور بالا ہے، اس کی کوئی عزت نہیں کہ اس کے بارے میں کوئی بات کرے تو اس کو کچھ نہ کہا جائے؟

کسی شخص کے بارے میں کوئی بات ہو تو وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے یا اپنے بازوؤں سے کام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے عزیز واقارب کو استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ کہ جس کے بارے میں قرآن میں کہا گیا کہ:

”لوگو نبی وہ ہے جو مومنوں کی جانوں سے کہیں زیادہ حیثیت رکھتا ہے۔“

وہ نبی محترم ﷺ! جن کے قدموں کی خاک کے ایک ایک ذرے پر مسلمانوں کو قربان ہو جانا چاہئے‘ اس کی عزت کی کوئی بات نہیں؟ اس کے احترام کی کوئی بات نہیں؟ اللہ رب العزت نے سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا:

لوگو! یاد رکھو اللہ اور اس کے فرشتے اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں اور تم کو بھی اپنی زبانوں کو اس پر درود سلام کے لئے حرکت میں رکھنا چاہیے اور ساتھ ہی کہا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت کے اندر لعنت مسلط کر دی ہے۔ ان کے لئے عبرتناک، توہین آمیز عذاب مسلط کر دیا ہے۔ ان کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا۔ کائنات کے اندر، دنیا کے اندر، آخرت کے اندر ان کو عزت مل سکتی ہی نہیں۔

آج دیکھ لیجئے سلمان رشدی ہے، تسلیمہ نسرین ہے یا اس طرح کے دوسرے لوگ ہیں چھپتے پھرتے ہیں۔ گھر والوں سے علیحدگی اختیار کئے ہوئے ہیں، کوئی ان کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں، اس سے بڑھ کر تذلیل اور توہین کا اور کیا سامان ہوگا؟

جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زبان کو گندہ کیا اس نے کسی ایک کی دل آزاری نہیں کی۔ اس نے اللہ کے حق کو مارا ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کر کے رسول اللہ ﷺ کے حق کو جو ہر انسان پر سب سے فوق وفائق ہے۔ اس کی توہین کی ہے اس نے صحابہ کرام کی توہین کی ہے جنہوں نے رسول ﷺ پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دیا۔

اس نے قرآن پاک کی صداقت کی توہین کی، اس نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی توہین کی، اس نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کے ہر مسلمان کی دل آزاری کی ہے۔

قتل کی سزا قتل ہوتی ہے اور جو فتنہ ہوتا ہے وہ قتل سے سخت ہوتا ہے۔ جو فتنہ پرور ہو اس کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کون سا ایسا ملک ہے کہ اس ملک کے اندر کوئی شخص فتنے کا باعث بنے، لوگوں کے قتل و غارت گری کا باعث بنے،

لوگوں کی دل آزاری کے فتنے کا باعث بنے۔ لوگوں کے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر دے۔

بتلایئے اس کے لئے کم از کم سزا موت نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا......؟

کوئی ایسا ملک ہے جو اپنے ملک میں فتنہ پیدا کرنے والے، اپنے ملک کے دو گروہوں کو ایک دوسرے کے قتل و غارت گری کی طرف راغب کرے، فتنے کا باعث بنے، ملک سے غداری کرے، ملک کے قانون سے غداری کرے، کیا اس کیلئے موت تک کے قوانین موجود نہیں؟

رسول اللہ ﷺ تو وہ ذاتِ بالا صفات ہیں کہ قرآن پاک میں رب العزت نے فرمایا کہ خبردار! ان کے سامنے راعنا کا کلمہ نہیں کہنا انظرنا کا کلمہ کہنا۔ ''راعنا'' کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ہم کو کچھ رعایت فرما دیجئے، یہودی آتے تھے لیکن وہ کیا کرتے راعینا کو کھینچ کر کہتے کہ راعینا جس کا مطلب ہوتا ہے کہ اے ہمارے چرواہے، جب گرفت کی جاتی تو کہتے ہم تو راعنا کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرما دیا کہ لاتقولوا راعنا، ''راعنا'' نہیں کہنا جب بھی کہنا، انظرنا کہنا، ایسا کہنا جس سے کسی طور بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی تک کا شائبہ نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے سمجھ لیا کہ اللہ کے رسول کی عزت ایسی ہے جس کے اندر تحریف کرنے والے کی کم از کم سزا موت ہونی چاہئے۔ اسی طرح قرآن پاک میں ہے:

﴿انا كفينك المستهزئين﴾

''اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! ہم نے تیرا مذاق اڑانے والوں سے تجھ کو محفوظ کر لیا ہے۔'' (سورۃ الحجر)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ اور امام قرطبیؒ نے واقعات لکھے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز بیت اللہ میں اللہ کی عبادت میں مشغول تھے کہ ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھی اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب، عاص بن وائل، حارث بن طلاطلہ آئے اور آ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین اور گستاخی کرنا شروع کر دی۔ اُسی وقت اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل امینؑ کو بھیجا اور حضرت جبرائیلؑ نے آ کر ان میں سے ایک ایک کی طرف اشارہ کیا اور اشارے کے ذریعے سے ان کو اللہ کی طرف سے ایسا عذاب پہنچا کہ ہلاک ہو کر رہ گئے۔

اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا گیا کہ جاؤ جو رسول اللہ ﷺ کے گستاخ ہیں ان کا عبرتناک انجام کر دو، بعد میں جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے تو پھر مسلمانوں کی کچھ قوت بنی، چنانچہ اس وقت باقاعدہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج کر گستاخان رسول ﷺ کو موت کی سزا دی تھی۔ کعب بن اشرف پہلا شخص ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے توہین رسالت کی سزا موت دی تھی۔

کعب بن اشرف ایک یہودی تھا اور اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ یہ واقعہ بخاری کی کتاب المغازی کے اندر اور سیرت کی تمام کتابوں کے اندر آپ کو لکھا ہوا مل جائے گا کعب بن اشرف جہاں بیٹھتا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے صحابہ y سے پوچھا کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اس سے پہنچنے والی تکلیف سے چھٹکارا دلوائے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے کہا اللہ کے رسول ﷺ مجھے حکم فرمائیے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس شخص کو جہنم واصل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کے پاس گئے یہ کعب بن اشرف رہن رکھ کر قرض

دیا کرتا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی اس کے پاس گئے کہا ہم کو رقم چاہیے اس نے کہا رقم ملے گی پہلے کوئی چیز رہن رکھنے کے لئے لاؤ، کہا اچھا لاتے ہیں اگر اجازت دو تو دو تلواریں جو تیز دھار والی ہیں وہ تلواریں تیرے پاس رہن رکھ دیں؟ اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے آج تو نہیں لا سکتے کل لے آئیں گے۔ کہا کل لے آنا۔ جب کل ہوئی تو وہاں گئے تلواریں تیز کی ہوئیں، نیام سے باہر نکلی ہوئیں، جا کر کہا یہ تلواریں رہن رکھنے کے لئے لائے ہیں اس نے کہا رقم دے دیتا ہوں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کعب! تمہارے سر سے بڑی خوشبو آرہی ہے یہ کون سی خوشبو استعمال کی ہے؟ اس نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ میرے نکاح میں، عرب کی سب سے حسین عورت ہے جو عطر بناتی ہے۔ اس نے ایک خاص عطر بنایا ہے جو میں نے لگا رکھا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر اجازت دو تو تمہارے سر کو پاس لا کر سونگھ لوں کہا ہاں کیوں نہیں، سونگھ لو۔ حضرت محمد بن مسلمہ گئے اس کے سر کو سونگھنے کے بہانے پکڑ لیا اور ساتھیوں کو اشارہ کیا ساتھیوں نے آ کر تلوار کا وار کر کے اس کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ کعب بن اشرف پہلا شخص ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے توہین رسالت کی سزا موت دی تھی۔

تواریخ اور بخاری شریف میں ایک نابینا صحابی کا واقعہ ہے۔ اس نابینا صحابی کی ایک لونڈی تھی اس سے اس نابینا صحابی کے دو بیٹے تھے۔ اس لونڈی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ نابینا صحابی نے بہت روکا لیکن باز نہ آئی، اس نابینا صحابی نے ایک روز کیا کیا اللہ نے اسے اتنی ہمت دی کہ اُچھل کر اس پر جا پڑے اور چھری لے کر ذبح کر دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے دربار میں بات پہنچی کہ ایک عورت قتل کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کس نے قتل کیا؟ اس نابینا صحابی

نے کہا! اللہ کے رسول ﷺ میں نے قتل کیا۔ فرمایا کیوں قتل کیا؟ کہا اللہ کے رسول ﷺ! اس کے بطن سے میرے بڑے لاڈلے، بڑے پیارے بیٹے ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے اسے قتل کیا کہ یہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔

مجمع الزوائد حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عمیرؓ کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اپنی بہن کو قتل کر دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ حضرت عمیرؓ کے بھانجوں نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں جا کر مقدمہ دائر کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ماموں نے ہماری ماں کو قتل کر دیا ہے، ہم قصاص چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمیر کو بلاؤ! عمیر کو بلایا گیا، پوچھا عمیرؓ کیوں قتل کیا؟ کہا اللہ کے رسول! اس لئے قتل کیا، بڑی لاڈلی بہن تھی لیکن آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ ﷺ کی گستاخی برداشت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا قصاص نہیں مل سکتا، یہ قتل ضائع والا قتل ہے۔

اسی طرح مصنف عبدالرزاق حدیث کی کتاب ہے جس میں مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں ایک ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو بھیجا کہ جاؤ اس کو قتل کر آؤ۔

ایک شخص کے بارے میں پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا کہ جاؤ اور اس کو قتل کر آؤ۔ وصائی الشیعہ میں لکھا ہوا ہے کہ بنی حزیل کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کون ہے جو اس کو قتل کرے؟ چنانچہ حزیلی قبیلے نے ہی اس شخص کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو یاد رکھو جس قبیلے نے میری شان میں گستاخی کرنے والے کو قتل کیا ہے کبھی اس قبیلے ں دو بکریاں

بھی آپس میں نہیں لڑیں گی اور نہ ہی کبھی قحط کی سزا پہنچے گی۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کر کے سارے لوگوں کو بلا کر فرمایا: لا تثریب علیکم الیوم کہ: ’’آج کے بعد تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ میں نے تم سب کو معاف کر دیا۔‘‘ وہ وقت جب کہ سارے اہل مکہ کو معاف کر دیا۔ ایک شخص عبدالعزیٰ بن خطل ایسا تھا جس کے بارے میں فرمایا: اس کو قتل کر دو اور وہ شخص خود بھی اور اپنی لونڈیوں سے ایسے شعر کہلوایا کرتا تھا جو رسول اللہ ﷺ کی توہین پر مبنی تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو معاف کر دیا لیکن اپنی شان میں گستاخی کرنے والے کو معاف نہیں کیا۔

ایسا اس لئے کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ کے ساتھ ساری امت مسلمہ کا تعلق ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اس کو قتل کر دیا جائے؟ بڑے ناواقف ہیں ایسی باتیں کرنے والے، کون کہتا ہے عیسائیوں کو، یہودیوں کو قتل کر دیجئے، کیا رسول اللہ ﷺ نے ان کو معاف نہیں کیا؟ اور بڑے ایسے ہیں جن کی کئی کئی تکلیفوں کو برداشت کیا۔

کیا مکہ کے رہنے والوں نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیفیں نہیں پہنچائی تھیں؟ کیا مکہ کے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید نہیں کئے تھے؟

کیا آپ ﷺ کے جسم اطہر پر گندگی نہیں پھینکی تھی؟

کیا آپ ﷺ کو کانٹوں کے ساتھ تکلیف نہیں پہنچائی گئی؟

کیا آپ ﷺ کی گردن پر اوجھری نہیں رکھی گئی؟

ساری باتوں کو رسول اللہ ﷺ نے معاف کر دیا، لیکن گالی دینے والے کو معاف نہیں کیا کہ یہ سزا اللہ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے اور ایک مسلمان کی غیرت

کا تقاضا ہے۔ اس لئے کہ شروع سے لے کر آج تک جس نے بھی لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی اس نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو اپنا ہدف بنایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہی اصل ایمان اور عین ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت امام مالکؒ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی، وہ شخص عیسائی تھا، ذمی تھا، بادشاہ وقت نے کہا چونکہ یہ ذمی ہے اور ذمیوں کو ہم نے حفاظت کا وعدہ دیا ہے اس لئے اس کو دُرے مارنے چاہئیں، قتل نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت امام مالکؒ جوش میں آ گئے! کہا مسلمانوں کو مر جانا چاہیے کہ ان کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہو اور وہ چپ رہیں' یہ زندگی کا نہیں یہ موت کا مقام ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے ایک ذمی عیسائی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا اس کو معاف کر دیا جائے، کوڑے مار لئے جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا، اے عمرو! کیا بات کر رہے ہو؟ اس کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان میں گستاخی کی سزا قتل رکھی ہے۔ امیر مصر عمرو بن العاصؓ نے کہا: یہ ذمی ہے ہم نے معاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا! کیا معاہدہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ یہ ہماری دل آزاری کا سامان کرے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے؟ اور ہم خاموش رہیں۔ ہم نے ان سے معاہدہ یہ کیا ہے کہ یہ اسلام کے بارے میں کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ یہ جب چاہیں ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں اپنی زبانوں کو گندہ کریں؟

سارے جرم معاف کئے جا سکتے ہیں۔ سارے گناہ معاف کئے جا سکتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ صرف رسول اللہ ﷺ ہی نہیں، جو کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے اس کی سزا موت ہے اور یہ صرف اسلام کی بات نہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کی شان میں گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے اور ان کے نائبین ان کے ساتھیوں وصحابیوں کی شان میں گستاخی کرنے والا کوڑوں کی سزا کا مستحق ہے، لیکن بائبل کی کتاب استثناء باب نمبر ۱۷ میں لکھا ہوا ہے کہ ''جو انبیاء کی شان میں گستاخی کرے وہ بھی واجب القتل اور جو انبیاء کے نائبین کی شان کے اندر گستاخی کرے وہ بھی واجب القتل ہے۔''

یورپ میں جب تک عیسائیت نہیں آئی تب تک رومن لاء نافذ تھا۔ موسوی قانون تالمود نافذ تھا، رومن ایمپائر کا شہنشاہ قسطنطین جس نے باقاعدہ رومن لاء کو مرتب کیا، جب وہ عیسائی ہوا تو پہلے موسوی شریعت کے مطابق انبیاء کی گستاخی کی سزا واجب القتل تھی۔ اب انبیائے بنی اسرائیل کی جگہ یہ حیثیت حضرت مسیح علیہ السلام کو حاصل ہوگئی۔

مغربی ممالک میں عام شخص کی عزت کے حوالے سے ہتک عزت کا قانون موجود ہے۔ ہتک عزت کا مطلب اہانت ہوتا ہے، گستاخی ہوتا ہے، باقاعدہ قانون ''بلاس فیمی لاء'' آج بھی موجود ہے، جس میں انبیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو سزا دی جاتی ہے۔ سوویت یونین میں اسٹالن کی شان میں گستاخی کرنا بھی جرم ہے' اسٹالن و دور کی بات جو اسٹالن کے نظریے کو نہیں مانتا تھا، اس کو تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔

آج بھی تقریباً ہر ملک میں حکمران اپنی حکمرانی کو قائم رکھنے کے لئے کیا اپنے منحرفین کو قتل کی سزا نہیں دیتے؟

قرآن وسنت اور اجماع صحابہؓ سے یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں اشارۃً یا کنایۃً بھی گستاخی کا مرتکب ہوگا وہ مسلمان ہونے کا مدعی ہو یا کافر، اس کی سزا قتل ہے۔ دور صحابہؓ سے لے کر آج تک اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اس بحث میں سب سے پہلے یہ واضح کیا جائے گا کہ توہین رسالت کے مرتکب شخص کے واجب القتل ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔

قاضی ابوالفضل عیاض مالکی اندلسیؒ فرماتے ہیں:

جو شخص بھی حضور ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ ﷺ کی ذات، نسب و دین یا آپ ﷺ کی عادات میں سے کسی عادت کی طرف کسی نقص کی نسبت کرے یا بطریق گستاخی آپ ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دے یا آپ ﷺ کو ناقص کہے یا آپ ﷺ کی شان کو کم کرے یا آپ ﷺ پر یا آپ ﷺ کی کسی بات پر عیب لگائے وہ آپ ﷺ کو گالی دینے والا شمار ہوگا۔ اس کا وہی حکم جو آپ کو (صراحۃً) گالی دینے والے کا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

اس پر علماء امت اور صحابہ سے لے کر سب کا اتفاق و اجماع ہے۔ چند سطور کے بعد قاضی عیاض مالکیؒ لکھتے ہیں:

ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسا شخص مباح الدم ہے۔ اسلاف امت اور تمام دیار و امصار کے علماء اس بات پر متفق ہیں، بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کے قتل و تکفیر پر اجماع ہے۔” علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

پہلا مسئلہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کرنا واجب ہے۔ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ ابن المنذرؒ کہتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو بھی حضور سید عالم ﷺ کی شان میں توہین کا ارتکاب کرے اسے قتل کی سزا دی

جائے۔ چند سطور کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

اصحاب شافعیؒ میں سے ابوبکر فارسی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کی توہین کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔ اس پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے جیسے حضور ﷺ کے علاوہ کسی محترم ہستی کو گالی دینے کی سزا کوڑے مارنا ہے۔

تمام مکاتب فکر کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی شان اقدس میں تنقیص کرنا کفر ہے اور ایسا کرنے والا مباح الدم ہے۔

قاضی ثناء اللہ المظہری لکھتے ہیں:

''خطابی فرماتے ہیں کہ میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ جو نبی کریم ﷺ کے گستاخ کے واجب القتل ہونے میں اختلاف رکھتا ہو۔''

قاضی ریاضؒ لکھتے ہیں:

''بعض علماء نے کہا کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو بھی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کے لئے تباہی کی بددعا کرے یا کسی ناپسندیدہ چیز کی، تو اس کو بغیر توبہ کا مطالبہ کئے قتل کر دیا جائے گا۔''

مزید لکھتے ہیں: ''امام ابن عتاب مالکیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن وسنت اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو بھی نبی کریم ﷺ کی ایذا کا ارادہ کرے یا آپ ﷺ کی تنقیص کرے اشارۃً یا صراحۃً اگرچہ وہ توہین معمولی ہی کیوں نہ ہو تو اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اس باب میں جن جن چیزوں کو علماء کرام نے بدزبانی اور تنقیص شمار کیا ہے بالاتفاق ان کے قائل کا قتل واجب ہے۔ اس میں متقدمین یا متاخرین علماء میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

امام النبہانیؒ درج کرتے ہیں:

"محمد ابن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے والا یا آپ ﷺ کی ذات اقدس کی تنقیص کرنے والا کافر اور وعید عذاب کا مستحق ہے اور پوری امت کے نزدیک اسے قتل کیا جائے گا۔ جو شخص ایسے شخص کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔"

یہاں تک تو مطلق اجماع امت کا ذکر تھا کہ حضور ﷺ کی توہین کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم، واجب القتل ہے اگرچہ ائمہ اربعہ کا موقف بھی اس ضمن میں سمجھا جا سکتا ہے۔

توہین رسالت کا مرتکب یا کافر ہوگا یا مسلمان۔ پھر کافر یا حربی ہوگا یا ذمی کیونکہ حربی کافر تو ویسے ہی مباح الدم ہوتا ہے۔

قانون توہین انبیاء علیہم السلام دنیا کے تقریبا تمام ملکوں میں تھوڑی بہت معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نافذ رہا ہے۔ نیو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق اکثر مشرقی اور یورپی ملکوں میں بلاس فیمی لا (Blasphemy Law) کسی نہ کسی صورت قابل مواخذہ جرم رہا ہے۔ آسمانی صحائف کو ماننے والی اقوام جہاں بھی حکمران رہی ہیں وہاں توہین رسالت کی سزا سزائے موت پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔

رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینین Justinian (قسطنطین) کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل 528 تا 565 صدی عیسوی پر محیط ہے۔ رومن لا کی تدوین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل و انصاف Justice کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے جب دین مسیحی قبول کر لیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیائے بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیحؑ کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی

سزا، سزائے موت مقرر کی۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور اسکاٹ لینڈ میں بھی اٹھارہویں صدی تک اس جرم کی سزا، سزائے موت ہی دی جاتی رہی۔

روس میں بالشویک انقلاب کے بعد جب کمیونسٹ حکومت برسراقتدار آئی تو سب سے پہلے اس نے دین و مذہب کو سیاست اور ریاست سے کلیتًا خارج کر دیا۔ اس کے بعد یہاں سزائے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کے جرم کی پاداش میں نہیں بلکہ مسیح کی جگہ اشتراکی امپیریلزم کے بانی سربراہ نے لے لی۔ اسٹالن جو زشین امپائر کا سربراہ بن بیٹھا تھا، اس کی اہانت تو بڑی بات تھی، اس سے اختلاف رائے رکھنا بھی ممالک محروسہ روس کا سنگین جرم بن گیا۔ ایسے سرپھرے لوگوں کے یا تو سر کچل دیئے جاتے تھے جس کی مثال لینن کے ساتھی ٹراٹسکی کی خونچکاں موت کی صورت میں موجود ہے جو اپنی جان بچانے کی خاطر روس سے بھاگ کر امریکہ میں پناہ گزیں ہوا تھا پھر بھی نہ بچ پایا، پھر ایسے مجرموں کو سائبیریا کے بیگار کیمپوں میں موت کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ایسی اذیت ناک سزاؤں نے زار روس کے سیاہ دور کے عقوبت خانوں کو بھی بھلا دیا۔

برطانیہ میں پہلے اٹھارہویں صدی تک توہین مسیح کی سزا، سزائے موت ہی تھی لیکن اس کے بعد چونکہ وہاں سزائے موت ختم کر دی گئی۔ اس لئے موجودہ اکیسویں صدی میں برطانیہ کے کامن لاء common law جو وہاں کا آئین بھی ہے، کی رو سے توہین مسیح یا کتاب مقدس انجیل کی سچائی سے انکار کر دے یا ان کے لئے ایسے نازیبا اور فحش الفاظ استعمال کئے جائیں جو پیروان مسیح کے لئے جارحانہ اور اشتعال انگیز ہوں بلاس فیمی تصور ہو گی۔

اجزائے جرم elements of offence:

ایسے الفاظ جو جانتے ہوئے یا غیر ارادی ہوں مگر تحریری یا تقریری طور پر توہین مسیح کی تعریف میں آتے ہوں اجزائے جرم میں شامل ہوں گے۔

طریقہ کار: procedure: توہین مسیح تحریری ہو یا تقریری دونوں میں ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کے بعد مقدمہ کی سماعت شروع ہو گی۔

شہادت، Evidence: اگر بیان تحریری ہو تو شائع شدہ تحریر اور اگر بیان جلسہ عام میں یا پبلک کے سامنے دیا گیا ہو تو پبلک سے دو معتبر گواہ جنہوں نے وہ تقریر سنی ہو جرم کے ثبوت میں عدالت کے روبرو پیش کرنا ہوں گے۔

بلاس فیمی لا اور پریس:

بلاس فیمی کا مواد شائع کرنے والے اخبار پر بھی بلاس فیمی قانون لاگو ہو سکتا ہے۔

سزا: Sentence: بلاس فیمی (توہین مسیح) کی سزا بھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے وہی ہے جیسی کہ تخت و تاج برطانیہ یا حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے جرم کی سزا عمر قید ہے۔

معروف قانون داں جناب اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ اپنی کتاب ''توہین رسالت'' میں لکھتے ہیں کہ ''عام طور پر ماڈرن تہذیب یورپ کے متاثرین بین الاقوامی قوانین سے ناواقفیت کی بنا پر یہ فرماتے ہیں کہ برطانیہ، امریکہ یا یورپ میں بلاس فیمی لا کی کوئی سزا مقرر نہیں اور اگر ہو بھی تو کوئی شخص اس جرم پر ماخوذ ہو کر سزا یاب نہیں ہوا لیکن یہ سراسر غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔'' فیصلہ مقدمہ لی مون (برطانیہ)

ڈینس لے مون Denis Lemon ایڈیٹر گے نیوز (Gay News) کے خلاف سال 1978ء میں توہین مسیحؑ کے الزام مین برطانیہ کی عدالت مین کیس دائر ہوا۔ الزام یہ تھا کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مزاحیہ نظم لکھی ہے جس میں اس نے ان کو (معاذ اللہ) ہم جنس پرستی کی طرف مائل دکھلایا تھا۔ اس مقدمہ کی اہم ترین بات یہ ہے کہ صفائی کے وکلاء نے ملزم کی طرف سے دفاع میں نکتہ اٹھایا کہ ملزم نے بلاس فیمی کا ارتکاب قصداً wilfully نہیں کیا تھا۔ یہ بات اس نے بطور تفریح طبع کہی ہے جس اسے اہانت یا توہین مقصود نہیں ہے۔ یہ وہی عذر ہے جو گستاخان ‘رسالت’ شروع سے کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کا ذکر کلام الٰہی میں آج سے چودہ سو سال قبل ہی کر دیا گیا تھا اور انہیں یہ بھی جتلا دیا تھا کہ یہ حیلہ سازی ہے۔ دیکھئے قرآن حکیم کا یہ ارشاد:

”کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء (ہنسی مذاق) کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ۔ بلاشبہ تم نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔“ (التوبہ: ۶۵-۶۶)

لے مون (Lemon) کے مقدمہ مین صفائی کے وکلاء کا تمام تر زور اسی نکتہ پر تھا کہ گے نیوز Gay News میں ملزم نے مسیحؑ کے بارے میں ایسی بات تفریحاً یا دل لگی کے طور پر کی ہے جس میں اس کی نیت یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی یہ بات بدنیتی سے کہی گئی ہے لیکن جیوری نے متفقہ طور پر ملزم کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور یہ قرار دیا کہ یہ بلاس فیمی یا توہین مسیحؑ کے کیس میں ”نیت“ یا ”ارادہ“ غیر متعلق irrelevant ہیں کیونکہ جو بات جناب مسیحؑ کے بارے میں کہی گئی ہے اس کا براہ راست تعلق ایک واضح حقیقت (fact) سے ہے جس کی وجہ سے پیروکاران مسیحؑ کے جذبات مشتعل ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ بات اور ہر وہ چیز جو خدا یسوع مسیحؑ اور

بائبل کی تضحیک، استہزاء، توہین اور تنقیص کا باعث ہو وہ بلاس فیمی یا قانون توہین مسیح کے تحت لائق تعزیر جرم ہے۔ اس لئے لے موں کو بلاس فیمی لا کے تحت جیوری نے سزا سنائی۔ فیصلہ میں مزید کہا گیا ہے کہ برطانیہ میں قانون تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مذہب کا انکار کر دیا جائے وہ قابل گرفت جرم نہیں لیکن مذہب کے خلاف ناشائستہ اور اشتعال انگیز زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ایک مشہور مگر حیرت انگیز مقدمہ میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ بلاس فیمی میں یہ خدشہ موجود ہوتا ہے کہ جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں خواہ ملزم ان کے ردعمل سے واقف نہ ہو لیکن وہ مذہب یا مذہبی فرقہ کے لئے باعث رسوائی ہوں تو یہ قانون وہاں لاگو ہوگا۔ فیصلہ میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ مذہب سے مراد عیسائی مذہب اور فرقہ سے مراد کوئی بھی عیسائی فرقہ ہے۔

لے موں نے اپنے فیصلہ کے خلاف برطانیہ کی عدالت عظمیٰ ہاؤس آف لارڈز House of Lords میں اپیل دائر کی۔ فاضل عدالت نے کیس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اپیل کو خارج کر دیا اور اپنے فیصلہ میں انہوں نے یہ وضاحت کر دی کہ عدالت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کہ ملزم نے ارادے سے یا یہ جانتے ہوئے بلاس فیمی لاء کی خلاف ورزی کی ہے یا اس کے تحریری یا تقریری الفاظ سے توہین مسیح ہو گی یا پیروان مسیح سمجھیں گے جب کہ تحریر سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو جائے۔

یہ فیصلہ عدالت عظمیٰ کے نورکنی لارجر بنچ نے کیا تھا جس میں سے سات جج صاحبان کی اکثریت نے لے موں کے خلاف فیصلہ دیا جب کہ صرف دو جج حضرات نے ملزم کے دلائل سے اتفاق کیا، اس لئے اس کی اپیل اکثریتی فیصلہ سے مسترد کر دی گئی۔

اس فیصلہ میں بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک فاضل جج لارڈ اسکارمین Lord Scarman نے جو ایک آزاد خیال (لبرل) جج کی حیثیت سے دنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں، اپنے فیصلہ میں جہاں تک برطانیہ کے بلاس فیمی لاء کا تعلق ہے اس کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے:

”میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرسکتا کہ قانون بلاس فیمی جو ہمارے کامن لاء کا حصہ ہے کوئی مفید اور کارآمد قانون نہیں ہے۔ اس کے برخلاف میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلاس فیمی (توہین مسیحؑ) کا فوجداری قانون برطانیہ کی اپنی سلامتی اور امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ خاص طور پر موجودہ ماڈرن برطانیہ میں جو مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے شہریوں کا ملک بن چکا ہے اور جس میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس لئے میری رائے میں موجودہ توہین مسیحؑ کے قانون میں مزید توسیع ہونی چاہیے جس کی رو سے دوسرے مذاہب کی عزت اور تعظیم مجروح نہ ہونے پائے اور مذہبی اختلافات کی بناء پر کسی بھی مذہب کی توہین، تضحیک اور فحش کلامی جیسی گھٹیا حرکتوں کو ممنوع قرار دیا جائے۔“

لے مون کے فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کوئنز یونیورسٹی بلفاسٹ کے صدر شعبہ اصول قانون پروفیسر سیمین لی کہتے ہیں:

”فاضل عدالت کے جج حضرات کے سامنے یہ ایشو فیصلہ طلب تھا کہ کیا ملزم کو اہانت مسیحؑ کے جرم کی سزا کے لئے عیسائیوں کے احساسات کو مجروح کرنے کے ارادہ کو دخل تھا یا اس کا مقصد جناب مسیحؑ کے خلاف مزاحیہ نظم شائع کرنے سے پیروان مسیحؑ کے جذبات مجروح کرنے کا تھا۔ اس بارے میں عدالت کا واضح فیصلہ یہ ہے کہ ملزم کا ارادہ یا مقصد یہ نہ بھی ہو مگر اس سے مسیحی کمیونٹی کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے تو بلاس فیمی

کا تعزیری قانون اس پر لاگو ہوگا۔ بلاس فیمی کا یہ معرکۃ الآراء مقدمہ ونگرو کیس کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس کیس کی کارروائی سال 1989ء میں شروع ہوئی۔ برطانیہ کے اپیل ٹربیونل کے فیصلہ کے بعد یہ مقدمہ وہاں کی سب سے بڑی عدالت House of Lords میں لگا جس نے ایلیٹ ٹربیونل کے فیصلہ میں مداخلت سے انکار کر دیا اور قانون توہین مسیح کو جائز قرار دیا۔ اپنے فیصلہ میں اس کے لئے تفصیلی دلائل دیئے ہیں۔ مسٹر ونگرو نے اپنے بارے میں ہاؤس آف لارڈز کے فیصلہ کے خلاف یورپی بین الاقوامی عدالت حقوق انسانی میں کنونشن کے آرٹیکل 10 کے تحت برطانیہ کے خلاف درخواست اپیل دائر کی جہاں اس کا حتمی فیصلہ سال 1996 میں صادر ہوا۔ یورپی یونین کی حقوق انسانی کی عدالت عظمیٰ نے ونگرو کی درخواست اپیل کو مسترد کر دیا۔ (ماخوذ از کتاب "توہین رسالت")

رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی یہ باقاعدہ تحریک ہے اور اس کا آغاز 850ء میں اندلس سے ہوا۔ جہاں عبدالرحمٰن الاوسط کی حکومت تھی اس کی حکمرانی میں جب نرمی ہوئی، غیر مسلمانوں کو آسائش مہیا ہوئی تو ان غیر مسلموں میں سے ایک گروہ نے اور پادریوں کے خاص گروہ نے باقاعدہ شاتمِ رسول اللہ ﷺ کی تحریک شروع کی تھی اور لوگوں کو انگیخت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرو، بعد میں یہ تحریک بظاہر دب گئی لیکن پھر بھی اس تحریک سے متاثر بعض بدباطن گستاخی کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔ اب اس میں دوبارہ زور 9/11 (گیارہ ستمبر 2011) کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی بنیادی وجہ پوری دنیا کے اندر اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور امریکہ و یورپ میں خصوصا مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد ہے۔ ان گستاخوں کے پاس اسلامی تعلیمات اور دلائل کا جواب نہیں تو وہ گری ہوئی

حرکتوں پر اتر آئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو دبانا چاہتے ہیں اس کے لئے ان کا ہدف رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے کہ اگر ان کی ذات مبارکہ پر یہ لوگ خاموش ہو گئے تو پھر ان کے پورے دین کے بارے میں جو دل چاہے کہہ لیا جائے ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگے گی، اس لئے اے اہل اسلام! اب تمہاری حمیت کا امتحان ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہو اور ہم خاموش رہ جائیں اس سے بہتر ہے ہم مر جائیں۔

* * *

اسلام دشمنی کا اصل سبب کیا ہے؟

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، آئے روز فتنے اٹھتے رہتے ہیں۔ بالخصوص 11 ستمبر 2001ء (کے واقعات) کے بعد سے اس میں تیزی آ گئی ہے۔ امریکہ و یورپ کے دریدہ دھن اور بدباطن رحمتِ جہاناں پیارے رسول ﷺ کے خلاف بھی ہرزہ سرائی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ ڈنمارک ناروے کے بدباطنوں نے خاکے اڑانے کی ناپاک جسارت کی، پھر ایک ویب سائٹ پر نازیبا کارٹون بنانے کے مقابلے کا اعلان ہوا اور اب امریکہ کے چند ملعون دھوکا دہی سے فلم ''انوسنس آف اسلام'' بنا کر ایک ارب تقریباً 62 کروڑ مسلمانوں کے کلیجے کو ہاتھ ڈال چکے ہیں۔

یہ تمام سازشیں، چاند پر تھوکنے کی کوششیں ہیں کہ تھوکا ہوا خود تھوکنے والوں کے منہ پر آ گرتا ہے۔ دریدہ دہنی اور بدباطنی کی یہ ساری کاوشیں، محض اس لئے ہیں کہ یہ ملعون، دلائل و حقائق کی دنیا میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر پا رہے اور پوری دنیا خصوصاً امریکہ و یورپ میں اسلام کی روز افزوں ترقی اور مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد سے خوفزدہ ہو کر ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کے مصداق ناروا اور نازیبا حرکات کر رہے ہیں۔ کتاب ''فضائل رحمت للعالمین'' کے مقدمہ میں موجود مواد سے اقتباس کر کے ہم واضح کریں گے کہ ان بدباطنیوں اور اسلام دشمنی کا اصل سبب کیا ہے؟

اصل سبب کو بخوبی سمجھنے کے لئے ہمیں اسلام کی تاریخ اور خاص طور پر ہر دور کے انسانوں میں اسلام کی مقبولیت اور پیارے رسول ﷺ کی رحمتوں بھری تعلیمات کے اثرات کو جاننا ہوگا۔

عہد رسالت پر ایک نظر دوڑائیں تو یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ عقیدہ توحید کی دعوت اس قدر سیدھی، صاف اور دل میں اتر جانے والی دعوت ہے کہ ہر قلب سلیم رکھنے والا شخص اسے فوراً قبول کر لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ قرآن مجید کا انداز بیان اس قدر موثر اور شیریں ہے کہ اس کے اندر لوگوں کے دل ودماغ کو مسخر کرنے کی بے پناہ قوت ہے۔ مکی زندگی میں مشرکین کے شدید مظالم کی وجہ سے اسلام قبول کرنا گویا اپنی موت کو دعوت دینا تھا لیکن اس کے باوجود جو شخص ایک دفعہ عقیدہ توحید سمجھ لیتا اور قرآن مجید کی آیات سن لیتا وہ ہر طرح کا خطرہ مول لے کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ مشرکین مکہ کی مخالفت، استہزاء، بدترین جسمانی اور ذہنی تشدد میں سے کوئی بھی ہتھکنڈہ لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے نہ روک سکا۔ البتہ مشرکین کے ان مظالم کا یہ اثر ضرور ہوا کہ لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی رفتار کم رہی، لیکن صلح حدیبیہ میں جب یہ بات طے کر دی گئی کہ جو (فرد) یا قبیلہ مسلمانوں سے ملنا چاہے یا قریش مکہ سے ملنا چاہے اسے پوری آزادی ہوگی تب اس معاہدے کے بعد لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی رفتار میں حیرت انگیز حد تک اضافہ ہو گیا۔ صلح حدیبیہ سے قبل اور بعد لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی رفتار کا اندازہ درج ذیل اعداد وشمار سے لگایا جا سکتا ہے۔

☆ ...... ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں کی کم وبیش تعداد: 300

☆ ...... 11 نبوت میں مدنی مسلمانوں کی تعداد: 6

☆ ...... بیعت عقبہ اولیٰ (12 نبوت) میں مدنی مسلمانوں کی تعداد: 12

☆ ...... بیعت عقبہ ثانی (13 نبوت) میں مدنی مسلمانوں کی تعداد: 72

☆ ...... غزوہ بدر (2 ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 313

☆……غزوہ احد (3ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 700

☆……غزوہ احزاب (5ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 1000

☆……غزوہ حدیبیہ (6ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 1400

☆……غزوہ خیبر (7ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 1400

☆……صلح حدیبیہ سے پہلے اور بعد لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی رفتار

☆……غزوہ مکہ (8ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 10,000

☆……غزوہ تبوک (9ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد: 30,000

☆……حجۃ الوداع (10ھ) میں اسلامی لشکر کی تعداد 124000

غور فرمایئے! صلح حدیبیہ سے قبل 19 سالوں میں اسلامی لشکر کی زیادہ سے زیادہ تعداد 1400 تک رہی جبکہ صلح حدیبیہ کے بعد صرف 4 سالوں میں یہ تعداد 1400 سے بڑھ کر ایک لاکھ 24 ہزار تک پہنچ گئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو زمانہ امن میں آزادی کے ساتھ پھلنے پھولنے کے مواقع میسر آجائیں تو یہ چند سالوں میں دنیا کا اکثریتی مذہب بننے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد حکومت میں فتوحات کی نسبت اشاعت اسلام پر توجہ دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی سلطنت میں ذمی اس کثرت سے مسلمان ہونے لگے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی اور سرکاری عمال کو باقاعدہ امیر المومنین سے شکایت کرنا پڑی جس کے جواب میں امیر المومنین نے فرمایا: ''اللہ کے رسولؐ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، تحصیلدار بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ سارے ذمی مسلمان ہوجائیں اور ہم سب کاشتکار بن جائیں، اپنے ہاتھوں سے کمائیں اور کھائیں''۔ یہ ہے وہ خوف جو کفار کو ہر زمانے میں کھائے جارہا ہے۔ آج بھی کفار نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا نہ ختم

ہونے والا جو منظّم سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کا واحد سبب یہی ہے کہ کفار کو نہ صرف مشرق و مغرب کے آخری کناروں تک اسلام پھیلتا نظر آ رہا ہے بلکہ خود ان کے اپنے ممالک میں اسلامی تحریکیں اس تیزی اور قوت سے پھیل رہی ہیں کہ دن رات ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے تھے۔ حقائق پر مشتمل چند خبریں ملاحظہ ہوں۔

1: برطانوی روزنامہ سنڈے ٹائمز کے مطابق بی بی سی کے ایک سابق ڈائریکٹر جنرل لارڈ برٹ کے بیٹے نے گزشتہ ہفتے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور اپنا اسلامی نامی یحییٰ برٹ رکھا ہے۔ یحییٰ برٹ نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ یحییٰ نے پہلی بار برطانیہ میں ٹھوس شواہد پر مبنی اعداد و شمار بھی پیش کئے اور ثابت کیا ہے کہ برطانوی اشرافیہ کی بعض اہم شخصیات سمیت 14 ہزار سے زائد سفید فام انگریز عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ سنڈے ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں میں ایک سابق وزیر اعظم ہربرٹ اسکیوتھ کی پوتی ایما کلارک سمیت بڑے جاگیردار اور برطانوی اسٹیبلشمنٹ کے سینئر عہدیداروں کی اولادیں اور دیگر اہم شخصیات شامل ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انگریزوں کی اکثریت ایک نومسلم برطانوی سفارت کار چارلس لی گیٹن کی اسلامی تحریروں سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئی ہے۔ مسلم کونسل آف برطانیہ نے برطانیہ کے سابق وزیر صحت فرینک ڈوبسن کے مسلمان بیٹے احمد ڈوب کو تنظیم کی کونسل سازی کی کمیٹی میں شامل کر لیا ہے جبکہ ایما کلارک سرے کاونٹی (شہر کا نام) میں ایک مسجد سے متصل باغ تعمیر کروا رہی ہیں جہاں مسلمانوں کے اجتماعات ہوا کریں گے۔ برطانیہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے باعث ملکہ برطانیہ نے بکنگھم پیلس کے مسلمان ملازمین کے لئے ایک نئے نظام کی منظوری دی ہے جس کے تحت نماز جمعہ کیلئے اوقات کار میں وقفہ دیا جائے گا۔ (ہفت روزہ تکبیر 4 مارچ 2004ء)

2- جدہ سے شائع ہونے والے جریدے ''حج وعمرہ'' کی رپورٹ کے مطابق اسلامک فاؤنڈیشن برطانیہ کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر محمد مناظر احسن نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ 11 ستمبر کے بعد برطانیہ میں قرآن مجید کی فروخت سات گنا بڑھ گئی ہے۔ قبول اسلام کی شرح میں 5 تا 10 فیصد اضافہ ہوا۔ 11 ستمبر سے پہلے اور بعد اب تک نومسلموں کی تعداد 3 ہزار کے قریب ہے جن میں سے 30 فیصد کا تعلق اعلیٰ اور بااثر گھرانوں سے ہے۔ نومسلموں میں خواتین کی شرح مردوں سے دگنی ہے جبکہ امریکہ میں یہ شرح ایک اور چار ہے۔ دوماہی برطانوی جریدہ ''ایمل'' کی مدیرہ سارہ جوزف کے مطابق 2010ء میں عملاً برطانیہ کا سب سے بڑا مذہب اسلام ہوگا۔

3- ممتاز امریکی جریدہ کرسچین سائنس مانیٹر (27 دسمبر 2005ء) کی تجزیاتی رپورٹ کے مطابق 11 ستمبر کے بعد اسلام کے بارے میں ابھرنے والے تجسس کی بناء پر اسلام کا پیغام زیادہ سے زیادہ یورپی باشندوں کو اپیل کرنے کا باعث بن گیا ہے۔ مبصرین کا اندازہ ہے کہ ہر سال کئی ہزار مرد وخواتین اسلام قبول کرتے ہیں۔

4- ''دی نیوز'' مورخہ 23 جنوری 2006ء کی رپورٹ کے مطابق فرانس میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں لیکن ان میں سے اکثر اس کا اظہار یا اقرار نہیں کر پاتے چونکہ وہ خوف محسوس کرتے ہیں کہ لوگ انہیں تعصب کی نگاہ سے دیکھیں گے یا وہ انتہا پسند یا دہشت گرد سمجھے جائیں گے یہی وجہ ہے کہ فرانس کی فٹ بال ٹیم کے سپر سٹار ''نکولیس انیلکا'' نے چار سال بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

5- امریکہ میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ہے جن میں ہر سال 20 ہزار نومسلموں کا اضافہ ہو رہا ہے۔

6-فرانس کے سابق وزیر داخلہ اور موجودہ صدر نکولس سرکوزی نے امریکن ہفت روزہ ''دی اکانومسٹ'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس بات کو پسند کروں یا نہ کروں مگر حقیقت ہے کہ فرانس مین اسلام دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت فرانس میں ساڑھے چار ہزار مساجد شمار کی جا چکی ہیں۔

7-الجیریا کے رکن پارلیمنٹ حسن اریبی، جنہوں نے امریکہ سے گفت وشنید کے ذریعہ گوانتانا موبے سے 18 قیدیوں کو چھڑایا تھا، نے قاہرہ میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ امریکہ کے بدنام زمانہ قید خانہ گوانتانا موبے میں قید مجاہدین کی تبلیغ سے متعدد امریکی کمانڈوز نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ یہ کمانڈوز مجاہدین کی حفاظت پر متعین تھے۔

8-اسلامی سکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک نے الریاض کے شاہ فہد ثقافتی مرکز میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مغربی میڈیا اسلام کو جس قدر بدنام کرنے اور دبانے کی کوشش کررہا ہے اسلام اسی قدر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ 11 ستمبر کے حملوں کے بعد عیسائیت کے فروغ میں 47 فیصد جبکہ اسلام کے فروغ میں 235 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

9-ہوائی یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر ڈاکٹر وسیم صدیقی نے لاہور میں ایک سیمینار سے خطاب [illegible]تے ہوئے انکشاف کیا کہ امریکہ میں جتنی اسلامی کتب نائن الیون کے بعد شائع ہوئی ہیں اس سے پہلے کبھی منظر عام پر نہیں آئی تھیں۔

10-ڈچ اسلامک سنٹر کے اعداد وشمار کے مطابق گزشتہ تین برسوں میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد میں دس گنا اضافہ ہوا ہے۔ نیون ہیچ کالج کیمبرج کی 30 سالہ گریجوایٹ لیوشی بشمل میتھیوز نے اسلام کا مطالعہ بدنیتی سے شروع کیا، لیکن بعد میں وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ خود اسلام قبول کرلیا۔

11- انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اوکا ئیوزان جرمنی کے ڈائریکٹر سلیم عبداللہ نے ایک جرمن اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ (2005ء) جرمنی میں ایک ہزار افراد نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں 60 فیصد تعداد خواتین پر مشتمل ہے جن کی اکثریت یونیورسٹیوں کی فارغ التحصیل ہے۔

12- ڈنمارک کے معروف اسلامی ریسرچ اسکالر یورجن ہاک لیمونس کا کہنا ہے کہ ستمبر 2005ء میں پیغمبر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کے بعد ڈنمارک میں قرآن مجید کے مطالعہ کا رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ڈینش باشندوں کی اکثریت اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی خواہشمند ہے۔ ایک مقامی اخبار کی رپورٹ کے مطابق اوسطاً ایک ماہ میں ڈینش زباں میں ترجمے والے پانچ ہزار قرآن مجید کے نسخے فروخت ہوئے۔

13- سنٹر فار سٹرٹیجک اینڈ انٹرنیشنل سٹڈیز کی رپورٹ کے مطابق یورپ کی 45 کروڑ کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد 2 کروڑ ہے۔ گزشتہ دس برسوں کے دوران مسلمانوں کی تعداد میں دس گنا اضافہ ہوا ہے۔ مغربی یورپ کے ملکوں میں ہر سال دس لاکھ نئے تارکین وطن آتے ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ 2050ء تک ہر پانچواں یورپی باشندہ مسلمان ہوگا۔ یاد رہے کہ ترکی گزشتہ نصف صدی سے یورپ میں شامل ہونے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے لیکن مسلمانوں کی یورپ میں تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف عیسائی کسی قیمت پر یکدم سات کروڑ مسلمانوں کے یورپ میں اضافہ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں۔

14- اٹلی کی مصنفہ ماریانہ فلالی نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر اپنی پریشانی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''مسلمانوں کی شرح پیدائش میں اضافہ سے یورپ مسلمان ریاست میں تبدیل ہو رہا ہے''۔

15- برطانوی خاتون صحافی ریڈلی کے قبول اسلام کا واقعہ پورے یورپ کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ ریڈلی نے اپنے ایک انٹرویو میں یہ کہا ہے کہ ''اگرچہ نائن الیون کا واقعہ مسلمانوں کو رگیدنے کے لئے ایک لاٹھی کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے تاہم اس کے نتیجہ میں ایک حیرت انگیز بات یہ ہوئی ہے کہ مجھ جیسے کم علم لوگوں نے اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کے لئے قرآن اور دیگر اسلامی لٹریچر کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اسلام دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے۔ خود برطانیہ میں 11 ستمبر کے بعد سے اب تک کوئی 24 ہزار افراد اسلام قبول کر چکے ہیں اور بہت سے مسلمان اپنے ایمان کو از سر نو تازگی بخشنے کے لئے سرگرم عمل ہیں''۔

16- 2004ء میں سعودی حکومت نے لندن میں یورپ کا سب سے بڑا اسلامی مرکز تعمیر کروایا۔

مغرب کے طبقہ اشرافیہ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے رجحان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے الیکشن میں ایک نومسلم امریکی کانگریس کا رکن منتخب ہوا ہے جس نے بائبل کے بجائے قرآن مجید پر حلف اٹھانے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسی طرح فرانس میں پہلی بار ایک مسلمان خاتون کو کابینہ میں شامل کیا گیا ہے۔ (برطانیہ کے حالیہ الیکشن میں کئی مسلمان پارلیمینٹ کے رکن منتخب ہو گئے ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ آج امریکہ اور یورپ کا کوئی بڑا شہر ایسا نہیں جس میں مساجد اور اسلامی مراکز قائم نہ ہوں یا اسلام کی دعوت اور تبلیغ کا کام نہ ہو رہا ہو۔ امریکہ اور یورپ میں تیزی سے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اسلام کی تیز رفتار اشاعت نے

کفار کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ یہ ہے اصل سبب کفار کی اسلام دشمنی کا جسے کبھی وہ ''دہشت گردی'' کا افسانہ تراش کر، کبھی انتہا پسندی کا الزام لگا کر، کبھی بنیاد پرستی کا طعنہ دے کر اور کبھی ''امن عالم'' کا شور مچا کر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا اظہار کرنے میں یورپی اور امریکی تھنک ٹینکوں نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔

سوئٹزر لینڈ کے ایک ممبر پارلیمنٹ الرخ شولر نے شریعت اسلامیہ کو ایک بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اسلام ایک مذہب نہیں بلکہ نظریہ حیات ہے جس کا اپنا ایک قانون ہے جس کو شریعت کہتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے اس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے اگر یہ کام سیاست دانوں نے نہ کیا تو عوام کریں گے۔ ہمیں مساجد سے کوئی تعرض نہیں لیکن مینار ہرگز برداشت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ایک سیاسی قوت کی علامت ہے اور یورپ میں کوئی دوسری سیاسی قوت ابھرے اور اس کو عروج حاصل ہو یا ناقابل برداشت ہے۔ شولر نے عدالت میں ایک درخواست دائر کی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ سوئٹزر لینڈ میں دستور کی رو سے میناروں کی تعمیر کو ممنوع قرار دیا جائے۔ (اس کے بعد یہاں فرانس اور چند دیگر یورپی ملکوں میں میناروں اور پردے پر پابندی کی تحریک چلی)

واشنگٹن ٹائمز کے ایڈیٹر ٹونی بینکلی نے اپنی کتاب ''کیا ہم تہذیبی جنگ جیت پائیں گے؟'' میں اسلام کو امریکہ اور یورپ کے لئے بہت بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یورپ کو اسلام پسندوں سے اس وقت اتنا ہی خطرہ ہے جتنا اسے چالیس کی دہائی میں نازیوں سے تھا، ہم نہ تو یورپ کو کھو دینے کا خطرہ مول لے سکتے ہیں نہ ہی یورپ کو آئندہ جہادی کارروائیوں کے لئے ایک لانچنگ پیڈ بنتا دیکھ سکتے ہیں۔ یورپ میں ہمیں بڑھتے ہوئے اسلامی مذہبی اور معاشرتی اثر و نفوذ سے بھی اتنا ہی خطرہ ہے جتنا مسلمان دہشت گردوں سے ہے۔ اہل یورپ کو بھی اس بات کا احساس ہونا

شروع ہو گیا ہے کہ یورپین لوگوں میں شرح پیدائش میں کمی اور مسلمانوں کی شرح پیدائش میں اضافہ کے نتیجہ میں اس صدی کے آخر تک یورپ میں مغربی تہذیب کو ختم ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا''۔

21 مئی 2008ء کو اس وقت کے برطانوی وزیر داخلہ جیکو نی سمتھ نے بیان دیا تھا کہ ''ہر سال پچاس ہزار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں اور 2001ء (11 ستمبر) کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی (صرف برطانیہ میں) مجموعی تعداد چار لاکھ سے زائد ہو چکی ہے۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد 20 لاکھ سے زائد ہو چکی ہے اور دیگر یورپی ممالک میں بھی اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے''۔

جبکہ یکم اپریل 2008ء کے پاکستانی اخبارات نے خلیج ٹائمز کے حوالے سے خبر دی تھی کہ ''پوپ پال اور ویٹ کن سٹی کے آرگن اخبار نے لکھا ہے کہ اس وقت اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے اور اس کے ماننے والوں کی تعداد دیگر تمام مذاہب کے ماننے والوں سے کہیں زیادہ ہے''۔

بعض عالمی شماریاتی اداروں نے جو نئے اعداد و شمار پیش کئے ہیں ان کے مطابق اسلام کے ماننے والے ایک ارب ستاون کروڑ سے زیادہ ہیں جبکہ مسلمان تنظیموں کا دعویٰ ہے کہ یہ تعداد ایک ارب باسٹھ کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔

یہ ہیں روز روشن کی طرح واضح حقائق، کاش! وطن عزیز کا حکمران اور روشن خیال طبقہ بھی ان حقائق کا ادراک کر سکے اور بڑھ بڑھ کے باتیں کرنے اور مسلمانوں کے جذبات کے علی الرغم دانش بگھارنے سے باز آ سکیں۔

※※※

ناموسِ رسالت ﷺ اور ہماری ذمہ داری

یہ مضمون ایک تقریر پر مشتمل ہے جو 2006 میں عظیم دینی مدرسہ ''جامعہ سلفیہ فیصل آباد'' میں کی گئی اور ایک طالب علم نے اسے تحریری شکل دی

آج پوری دنیا کے مسلمان ناموسِ رسالت ﷺ کے حوالے سے مضطرب ہیں۔ آج ڈنمارک' ناروے، اٹلی اور فرانس کے کچھ غلیظ اخبارات کے حوالے سے پوری دنیا کے مسلمان غم و غصے کے اندر بھرے ہوئے ہیں اور ہر سمت اضطراب کی لہریں اٹھتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اس کائنات کے اندر کوئی نبی پاک ﷺ کی توہین نہیں کر سکتا، یہ جو کچھ ہوتا ہے یہ توہین کرنے کی جسارتیں ہوتی ہیں، توہین کرنے کی کوشش ہوتی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں' تاریخ میں قدم قدم پر ہمیں دشمنانِ اسلام اسی طرح کی جسارتیں کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن ساری کی ساری جسارتیں تاریخ کے کوڑا دان میں پھینک دی گئیں۔ جس طرح پچھلی تمام سازشیں کوڑے دان کے حوالے کر دی گئیں۔ اسی طرح ڈنمارک' ناروے' جرمنی اور یورپ کی یہ سازشیں بھی کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کو کوئی خوف وخطر اور ڈر نہیں۔ یہ تو وہ آسمان کا چاند ہے کہ جس کی طرف اگر تھوکا جائے

تو تھوک کا اس چاند کے اوپر گرنا محال ہے اور تھوک واپس تھوکنے والے کے اپنے ہی چہرے پر گرتا ہے۔

وہ تو کائنات کی ایسی ہستی ہیں کہ اس طرح کا خوبصورت کائنات کی کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور کائنات کی کوئی آنکھ ایسا حسین وجمیل، وجیہ وشکیل کس طرح دیکھ سکتی ہے کہ اس سے بڑھ کر صاحب کمال، صاحب جمال، کمالات کے کمال کو پہنچا ہوا اور حسن صفات کے اتمام کو پہنچا ہوا، کائنات کی کسی ماں نے جنا ہی نہیں اور عیوب سے مبرا، نقائص سے مصفیٰ، خامیوں سے پاک، گندگیوں سے صاف پیدا ہوئے ہیں کہ ان جیسا کائنات میں کون ہوسکتا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالق نے اس کو اس کی مرضی کے مطابق پیدا کیا اور یہی وجہ ہے کہ کیا اپنے اور بیگانے، جب بھی ذکر کرتے ہیں تو پیارے رسول ﷺ کا ذکر عزت واحترام کے ساتھ کرتے ہیں۔

9/11 کے واقعات کے بعد اگرچہ امریکہ کی حکومت اور یورپ کی حکومتیں مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر چکی ہیں، صلیبی جنگوں کا اعلان کر چکی ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اسلام جتنی تیزی کے ساتھ امریکہ اور یورپ میں پھیل رہا ہے، پچھلی یورپی تاریخ میں اسلام نے اتنی تیزی کے ساتھ ان جگہوں میں فروغ حاصل نہیں کیا اور **الاسلام يعلو ولا يعلى عليه** اسلام پھیلے گا، دبے گا نہیں۔ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے۔ یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے اور سید المرسلین ﷺ کے ناموس کے نعرے امریکہ اور یورپ کے اندر گونج رہے ہیں، وہاں کی شاہراہوں پر گونج رہے ہیں اور وہاں کے حکمران سازشیں جو دل چاہے کر لیں، لیکن مجبور ہیں، ناموس ﷺ رسالت کے علَم کو بلند کرنے میں۔ ابھی پچھلے مہینوں میں خود برطانیہ کے شہزادہ چارلس نے ایک مسجد کا افتتاح کیا۔ اللہ ان کے ذریعے اسلام کو دوبالا کرے گا۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ کی ہستی ایسی مقدس، اعلیٰ و مطہر ہستی ہے کہ کائنات میں کوئی ان کی توہین نہیں کر سکتا۔ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ:

﴿ان اللہ و ملٰئکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما﴾

کہ اے لوگو! وہ تو وہ ہستی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی جس پر درود بھیجتے ہیں۔ تو یاد رکھو، اے لوگو! تم پر بھی لازم ہے کہ جب بھی اس مقدس ہستی کا نامِ نامی اسمِ گرامی لیا جائے تو بغیر درود کے اس مبارک ہستی کا نام نہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ان الذین یوذون ...... عذابا مھینا﴾

یاد رکھو! جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنی زبان کو گندا کرتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ جہاں بھی ملیں ان کو پکڑ کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ ایسے غلیظ لوگوں کو دنیا میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ ایسے لوگوں کو تہس نہس کر دو، ان کے چیتھڑے اڑا دو۔ اور احادیث کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سید الرسل ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا، سزائے موت کے سوا اور کچھ نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تو مشہور ہے کہ انہوں نے کس طرح گستاخ رسول کعب بن اشرف کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اسی طرح ایک نابینا صحابی نے اپنی لونڈی جو نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی، حالانکہ وہ اسے بہت محبوب تھی، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے پر اس صحابی نے لونڈی کو قتل کر دیا اور اس طرح عمیر عدی نے اپنی بہن کو گستاخی رسول کرنے پر قتل کر دیا اور نبی اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا کہ کوئی قصاص نہ لیا جائے گا۔

وشاع الشیعہ کتاب میں لکھا ہے کہ بنو ہزیل کے ایک آدمی نے سید الرسل ﷺ کی شان میں گستاخی کی' گالیاں دیں، اللہ کے رسول نے کہا کہ کون ہے جو اس بدزبان کی زبان کو روکے تو بنو ہزیل کے قبیلے کے نوجوانوں نے ہی اسے قتل کر دیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گورنر مصر تھے۔ ایک عیسائی ذمی نے پاک نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ اپنی زبان کو گندا کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کی سزا کیا ہونی چاہیے......؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اس کی سزا سوائے سزائے موت کے اور کچھ نہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ ذرا ہچکچائے کہ یہ تو ذمی ہے' ہم نے ان کو پناہ دے رکھی ہے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے، ہم اس کو کیسے قتل کر سکتے ہیں......؟

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمرو! ہم نے اس کو پناہ دی تھی' اپنے ذمہ لیا تھا کہ یہ جس طرح چاہے اسلامی ریاست میں اپنی عبادت کرے۔ جس طرح چاہے اپنی عبادت گاہ کو قائم کرے' کوئی اس کی عبادت گاہ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کوئی اس کی عبادت کے طریقے میں دخیل نہیں ہوگا۔ یہ جس طرح چاہے کاروبار کرے' اس کی حفاظت کی جائے گی لیکن اس کو یہ حق کس نے دیا کہ یہ ہمارے نبی کی شان میں گستاخی کرے؟ لہٰذا اس گستاخِ رسول کو قتل کر دیا جائے۔

آج پاکستان کے عیسائی کہتے ہیں کہ شانِ رسالت کی سزا جو قتل ہے' اس کو ختم کیا جائے۔ عیسائیوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمیں یہ سبق دیں کہ ہم پاکستان کے قانون سے قتل کی سزا کو ختم کر دیں۔ عیسائی ہیں کتنے......؟ پورے پاکستان کے اندر ساری اقلیتیں جو ہیں' وہ اڑھائی فیصد ہیں۔ ان میں ہندو بھی ہیں' سکھ بھی ہیں' مجوسی بھی ہیں اور تھوڑے سے عیسائی بھی ہیں۔ ان کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ ہمیں اس طرح کا سبق دیں۔

خود ان کے اپنے ملکوں میں انکے لیے سزائیں انہوں نے مقرر کی ہیں کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرے۔ (امریکہ کے قانون میں باب نمبر ۲۷ اور سیکشن نمبر ۳۶۰ میں ہے کہ) اگر کوئی خدا کی شان یا رسول کی شان میں گستاخی کرے یا مذہبی کتابوں کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کرے تو اس کو سزا دی جائے۔ عیسائیوں کی کتاب بائبل کے اندر کتاب استثناء باب نمبر ۱۲ میں ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کی شان میں یا نبی کے حواریوں کی شان کے بارے میں گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

آج یورپ کہتا ہے کہ ہمارے ہاں آزادی اظہار ہے۔ تقریر اور تحریر میں مکمل آزادی ہے اس لیے ہم ان اخبارات کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے سکتے۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ بدمعاش لوگ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ جب ویت نام پر امریکہ نے حملہ کیا تو اس وقت کے باکسنگ کے عالمی چمپیئن محمد علی جو امریکی شہری ہیں اور ایسا شہری کہ جس کے پاس پوری دنیا کی چمپیئن شپ کا ٹائٹل تھا۔ اس نے جب اپنے ملک میں کھڑے ہو کر ویت نام پر جنگ کے خلاف آواز بلند کی تو اس کا ایوارڈ چھین لیا گیا اور محمد علی کو سزا سنا دی گئی۔

ان ملکوں کے اندر آزادی اظہار کو محدود کیا گیا ہے۔ انہی ملکوں میں قانون ہے کہ اگر ہم جنسی کا قانون ہے تو اس کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی آواز بلند کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی اور پورے یورپ کے ملکوں میں قانون ہے کہ اگر کوئی عالمی جنگ کے نقصانات کے خلاف آواز بلند کرتا ہے تو اس کو سزا دی جائے گی۔ ابھی پچھلے دنوں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ برطانیہ کے ایک مؤرخ جس کا نام ''ڈیورڈ آرونگ'' ہے اس نے آج سے چند برس پہلے آسٹریلیا میں ایک لیکچر میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہولوکاسٹ کی کوئی حقیقت نہیں۔

ہولوکاسٹ کیا ہے......؟ یہودی کہتے ہیں کہ عالمی جنگ کے دوران جرمنی کے نازیوں اور ہٹلر نے ۶۰ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا تھا۔ یہودیوں کی اس قتل گری کو ہولوکاسٹ کہا جاتا ہے۔ تو ''ڈیورڈ آرونگ'' نے آسٹریلیا میں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ ہولوکاسٹ کی کوئی حقیقت نہیں۔ ۶۰ لاکھ کی تعداد میں یہودی قتل نہیں ہوئے۔ یہ صرف ایک بہانہ تھا ارض فسلطین میں اسرائیل کے ناپاک وجود کے لئے اگر ہولوکاسٹ پر بحث شروع کردی جائے تو دنیا پر کھل جائے گا کہ یہ سوائے جھوٹ اور دھوکہ کے اور کچھ نہیں۔ پچھلے دنوں جب وہ آسٹریلیا گیا تو اسے پکڑلیا گیا تو اس ڈیورڈ آرونگ نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا وہ غلط تھا۔ میں اپنی بات سے رجوع کرتا ہوں' غلطی کے اعتراف کے باوجود اس کو ساڑھے تین سال کی سزا دے کر جیل بھیج دیا گیا کہ تو نے ہولوکاسٹ کی مخالفت کیوں کی۔

۲۷ مارچ ۲۰۰۳ء کو برطانیہ کے اخبار نے ایک کارٹون شائع کیا۔ اسرائیل کے یہودی وزیراعظم شیرون کے بارے میں۔ وہ فلسطین کے ایک بچے کا سر کھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ کبھی تم نے ایسی مزیدار چیز نہیں چکھی ہوگی اور کون ہے وہ جو بچوں سے پیار کرنا پسند نہیں کرتا۔ صرف اتنی سی بات اخبار نے کارٹون کے اندر لکھی اور شیرون کوئی مذہبی رہنما نہیں بلکہ سیاسی رہنما ہے اور خود اسرائیل کے اندر اس کی مضبوط ترین اپوزیشن موجود ہے لیکن اسکے باوجود ۲۷ مارچ ۲۰۰۳ء کو یہ کارٹون شائع ہوا تو پوری دنیا کے یہودیوں نے اس پر واویلا کیا، آخر کار برطانیہ کے اس اخبار کو معافی مانگنا پڑی اسی طرح ۲۰۰۶ء کی بات ہے کہ امریکی اخبار ٹیلی گراف نے روم کے وزیراعظم کا ایک بیان شائع کیا، اس نے کہا کہ آج میں روم میں اسی طرح ہوں جس طرح یسوع مسیح ہوتا ہے۔ اتنی ہی بات کہی کہ اس کے خلاف پوپ جان پال کے نمائندے نے خط لکھا

کہ ٹیلی گراف نے یہ توہین آمیز بات کیوں لکھی؟ اس پر معذرت کرو۔ چنانچہ ٹیلی گراف کو اس پر معافی مانگنا پڑی۔

لیکن یہاں کیا معاملہ ہے کہ پوری دنیا کے ایک ارب ستاون کروڑ مسلمان تڑپ رہے ہیں اور تم کو شرم نہیں آتی کہ تم معذرت کا ایک لفظ بھی ادا نہ کرو۔ ڈنمارک کے وزیراعظم کے پاس گیارہ مسلم ممالک کے سفیروں نے پیغام بھیجا کہ آپ اس پر معذرت کریں اور معذرت ہی نہیں کہا بلکہ ہم اس موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں وقت چاہیے اور ڈنمارک کے وزیراعظم نے تمام تر سفارتی آداب کو نظر انداز کرتے ہوئے اخلاقیات کو نظر انداز کر کے بین الاقوامی سفارتی قوانین کو پامال کر کے ان گیارہ مسلم ملکوں کے سفیروں کو وقت دینے سے انکار کر دیا۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا کے مسلم عوام غم و غصہ سے بھرے ہوئے ہیں اور مسلم حکمران گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ سعودی عرب ہے کہ جس نے سب سے پہلے اس بات کا احساس کرتے ہوئے اپنے سفیر کو ناروے اور ڈنمارک سے واپس بلا لیا۔ پھر سعودی عرب کے کہنے پر کویت نے واپس بلایا پھر لیبیا اور ایران نے واپس بلایا اور انہوں نے ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا۔

لیکن پاکستان جو اسلام کا قلعہ ہے، جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، اس ملک کے حکمران اپنے عوام کو دبا رہے ہیں، اپنے عوام کو کچل رہے ہیں کہ یہ ناموسِ رسالت ﷺ کی بات کیوں کرتے ہیں۔ آج ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ اس مسئلے کو سیاسی نہ بنایا جائے۔ اس مسئلے کو سیاسی کس نے بنایا۔ اپوزیشن نے سیاسی نہیں بنایا۔ اسے سیاسی بنایا ہے تو حکمرانوں نے بنایا ہے۔ ہاں ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہماری سیاست دین کے تابع ہے۔ ہماری ساری سیاستیں ناموسِ رسالت ﷺ پر قربان اور کائنات کے

سارے اقتدار ناموسِ رسالت ﷺ پر قربان۔ لیکن یہ سیاست بنایا کس نے ہے......؟ پارلیمنٹ کے ارکان نے اسلام آباد میں جلوس نکالا۔ اس میں اپوزیشن کے ارکان اسمبلی بھی تھے اور اس میں حکومت کے ارکان اسمبلی بھی تھے۔ کسی نے نہیں کہا کہ اس میں سیاست ہے۔ سارے مل کر اکٹھے چلے تھے اور قراردادِ مذمت اسمبلی میں منظور ہوئی تو سارے اس میں اکٹھے تھے، سب متفق تھے۔ یہ سیاسی اس وقت بنا جب کچھ دیوانے نکلے، عشاق رسول ﷺ، ناموسِ رسالت ﷺ کا علَم ہاتھوں میں اٹھا کر یورپ کی مذمت کرنے کے لیے نکلے تو تم تھے جنہوں نے ناموسِ رسالت ﷺ کے نام پر ریلیوں میں شرکت کے لیے جانے والوں کو دہشت گردی کے نام پر جیلوں میں پھینکا۔

یاد رکھو لوگو! آج یورپ معذرت کرنے کے لیے تیار نہیں، اگر آج ہمارے حکمران ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے نکلنے والوں پر دہشت گردی کا مقدمہ دائر کر رہے ہیں تو کوئی بات نہیں، ہم تو وہ ہیں کہ جن کا عقیدہ ہے کہ ؎

نہ کٹ مروں جب تک خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ہم نے تو تاریخ میں یہ پڑھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح دیوانہ وار حرمت رسول ﷺ پر قربان ہو جاتے تھے۔ کیا تم نے اس صحابی ''حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ'' کا واقعہ نہیں پڑھا کہ جس کو عیسائیوں نے قید کر لیا، جس کے سامنے اس کے ساتھیوں کو ابلتے ہوئے تیل میں پھینکا گیا اور وہ لمحوں میں خاک ہو گئے اور پھر اس کو پھانسی پر لٹکایا جانے لگا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اس پر عیسائی بادشاہ نے کہا دیکھا! زندگی کتنی پیاری ہوتی ہے، موت کو سامنے دیکھ کر تیری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ہیں۔ تو صحابی نے کہا کہ موت پر نہیں رو رہا ہوں، میں تو اپنی کم نصیبی پر رو رہا

ہوں کہ میرے پاس ایک جان ہے۔ اے کاش! کہ میرے پاس ایک ایک بال کی جگہ ایک ایک جان ہوتی تو میں ساری حرمت رسول ﷺ پر قربان کر دیتا۔

آپ نے خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں پڑھا کہ جب انہوں نے کہا کہ اسلام چھوڑ دو، تمہاری جان کی خلاصی ہو جائے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب اسلام ہی نہیں رہا تو زندہ رہنے کا کیا فائدہ......؟

جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی پر لٹایا گیا تو نیزوں کے ساتھ ان کے جسم کو چھیدا گیا۔ جب جگر کے پاس چھید کیا گیا تو ایک کافر نے کہا کہ اے خبیب رضی اللہ عنہ اب تو تم چاہ رہے ہو گے کہ تمہاری جان کی خلاصی ہو جائے اور کاش تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے تو خبیب رضی اللہ عنہ نے مرتے مرتے کیا کہا......؟ کہا تم کیا کہتے ہو، کیا بکتے ہو کہ میری جگہ محمد ﷺ ہوتے۔ خدا کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور خبیب کی جان بچ جائے، وہ تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ گھسیٹتے ہوئے جسم، زخموں سے چور، جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس پر زخم نہ لگا ہو، گھسٹتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کے پاؤں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ جب جان نکل رہی ہو تو نبی اکرم ﷺ کے قدموں پر نکل رہی ہو۔

نکل جائے جان تیرے قدموں کے اندر
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

جو گستاخی کرتا ہے، اس کی سزا موت ہے اور مومن وہ ہے جو ناموس رسالت پر مر مٹنے کا عزم رکھتا ہو۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو سید الرسل ﷺ تو بڑے رحیم تھے، پھر ان کو گالیاں دینے والوں کو سزائے موت کیوں دیتے ہو۔ تو اس پر علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب الصارم المسلول کا ایک ہی واقعہ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ سید

الرسل ﷺ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور مکہ وہ شہر ہے کہ جس کی محبت مدینہ کے دور میں نبی اکرم ﷺ کو تڑپائے رکھتی تھی اور جب بیت اللہ کو چھوڑ کر آپ ہجرت پر مجبور ہوئے تو سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اللہ کے رسول پلٹ پلٹ کر بیت اللہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اے بیت اللہ! میرا تجھے چھوڑنے کو دل نہیں کرتا۔ لیکن کیا کروں' تیرے شہر کے رہنے والے مجھے رہنے نہیں دیتے۔ اس حسرت کے ساتھ بیت اللہ کو چھوڑا اور جب پھر بیت اللہ میں فاتح کی حیثیت سے آئے' غالب کی حیثیت سے مکہ میں آئے' جاںنثاروں کی ایک فوج ساتھ تھی۔ سامنے وہ کھڑے تھے جو جان کے دشمن تھے۔ جنہوں نے سید الرسل ﷺ کو تکلیفیں دیں۔ سید الرسل ﷺ پر گندگی پھینکی۔ سید الرسل ﷺ پر کانٹے پھینکے' آپ ﷺ کے گلے میں چادریں ڈال کر بل دیئے۔ جنہوں نے سید الرسل ﷺ کے صحابہ کو اپنے ہاتھوں سے شہید کیا، سارے کھڑے ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: ﴿لا تثریب علیکم الیوم﴾

کہ آج سب کے لیے معافی ہے۔ کوئی باز پرس نہیں، کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا، لیکن کچھ لوگ تھے کہ جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ وہ جہاں بھی ملیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ وہ عبدالعزیٰ بن خطل تھا۔ جو سید الرسل ﷺ کو گالیاں دیتا تھا' جو گالیاں بھری شاعری کرتا اور اپنی لونڈیوں سے گالیاں بھری شاعری مجالس کے اندر پڑھواتا تھا۔ اس کے متعلق صحابہ سے کہا کہ وہ جہاں بھی ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ صحابہ نے اسے تلاش کیا، وہ بیت اللہ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ صحابہ نے اس کو وہیں قتل کر دیا۔ کیوں......؟ جب سب کے لیے معافی تھی' سب کو معاف کر دیا گیا پھر کیوں قتل کروایا......؟ اس لیے کہ وہ پیارے رسول سید الرسل ﷺ کو گالیاں دیتا تھا، زبان کو غلیظ استعمال کرتا تھا۔

شریعت کے اصولوں نے ہمیں بتلایا کہ اگر کوئی اسلام قبول نہیں کرتا تو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہودی، عیسائی یا ہندو رہتا ہے تو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سید الرسل ﷺ کو گالیاں دینے والے کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس نے سید الرسل ﷺ کی شان میں گستاخی کی، زبان کو گندا کیا، اس نے پوری امت کو گالی دی۔ سید الرسل ﷺ کی شان میں گستاخی صرف سید الرسل ﷺ کا معاملہ نہیں بلکہ سید الرسل ﷺ کی پوری امت کا مسئلہ ہے۔

لوگو! سید الرسل ﷺ کی ذات ہمارے لیے مرکزیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ سب سے قابل احترام اگر کوئی ہستی ہے تو مدینہ کے تاجدار کی ہستی ہے۔ اگر ہم ان کی شان میں گستاخی برداشت کر لیں تو ہمارے لیے جینے کا کوئی مقام نہیں۔ اگر ہم نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت کر لیں تو رب کعبہ کی قسم! پھر دنیا میں سب کچھ برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے شریعت نے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا، سزائے موت رکھی ہے۔ یہ ایک فتنہ ہے اور فتنہ کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿الفتنة اشد من القتل﴾

"فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ ڈنمارک کے ایک چیتھڑے اخبار نے گستاخی کی تو اس کے خلاف احتجاج کے دوران افغانستان میں ۲۵ آدمی شہید ہو گئے۔ پاکستان میں ۶ اور نائیجیریا میں ایک دن میں تقریباً ۶۴ شہید ہوئے۔ پوری دنیا کے مسلمان اپنی گردنوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر میدان میں نکل پڑے ہیں، تڑپ رہے ہیں۔ یہ ایک فتنہ ہے اور فتنہ کی سزا، سزائے موت کے سوا اور کچھ نہیں۔

ضروری ہے کہ اس بات کا پوری تندہی سے احتجاج کیا جائے۔ اپنے ملک کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اپنی املاک کو نہ جلایا جائے اور لیکن سید الرسل ﷺ کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا جائے۔ سب سے زیادہ اس کائنات کے اندر نبی اکرم ﷺ سے وابستگی اگر کوئی طبقہ رکھتا ہے تو وہ صرف اہل حدیث رکھتے ہیں کیونکہ اہل حدیث وہ مسلک ہے کہ جس کا ہر لحاظ سے اول و آخر تعلق اگر پوری دنیا میں کسی ہستی کے ساتھ ہے تو نبیوں کے امام، رسولوں کے سردار، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہے۔

ہم ہی کو سمجھنا چاہیئے کہ ہم ہی اصل میں ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے ہیں، اس کیلیئے اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا تو دریغ نہیں کریں گے۔

(ان شاء اللہ)

☆......☆......☆

”ورفعنا لك ذكرك“

کوئی ایک شخص کیا ساری کائنات کی ساری زبانیں اگر سید الانبیاء کی مدحت و ستائش میں مصروف ہو جائیں تب بھی آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کائنات میں ایک بھی مسلمان کہلانے والا باقی نہ رہے تب بھی آپؐ کی تعریف بیان ہوتی رہے گی۔ اس لئے کہ آپؐ تو وہ ہیں جن کے بارے میں عرش والے نے کہا:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح: ۴)

”اے مدینہ کے تاجدار، ہم نے آپ کو عظمتوں کی انتہا پر فائز کر دیا ہے“۔

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا، اے جبرائیل! ذرا بتاؤ تو سہی، وہ بلندیاں کیا ہیں جن سے میرے ذکر کو ہمکنار کیا گیا ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا ”حدیث قدسی ہے، عرش والے نے فرمایا ہے: ”اذا ذُكِرتُ، ذكرتَ معي“

”کہ جب جب میرا ذکر ہوگا، تب تب تیرا ذکر ہوگا“

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا ہے کہ اپنے نبیؐ کے نام کو اپنے نام میں یوں ضم کر لیا کہ مؤذن ایک دن میں پانچ وقت کی اذان دیتے ہوئے جب کہتا ہے ”اشهدان لا اله الا الله“ تو ساتھ ہی کہتا ہے، ”اشهدان محمد رسول الله“

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں سے اپنے نبیؐ کے نام کو نکالا ہے تاکہ اس کو عظمت و جلالت بخشے کہ عرش والے کا نام ”محمود“ ہے اور مدینہ کے تاجدار کا

نام ''محمد ﷺ'' ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوریؒ سیرت کی معرکہ آراء کتاب ''رحمت للعالمین'' میں لکھتے ہیں: ''لوگو! آپؐ کے باپ کا نام عبداللہ، ماں کا نام آمنہ، دائیہ کا نام حلیمہ تھا............ ذرا غور تو کرو کہ جس نے عبودیت کے خون سے وجود پایا ہو، جس نے امن کی گود حاصل کی ہو اور جس نے حلم اور بردباری کا دودھ پیا ہو، وہ ''محمد'' نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟

وہ تو وہ ہیں جو ہیں ہی محمد ﷺ......باپ تفعیل سے یعنی وہ کہ جس کا انگ انگ قابل تعریف اور لائق ستائش ہو، لحہ لحہ جس کی تعریف میں بسر ہوتا ہو، ذرہ ذرہ جس کی تعریف کرے، اب کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، مسلم ہو یا غیر مسلم، کوئی چاہے یا نہ چاہے۔ جب بھی کوئی اُس ہستی کا تذکرہ کرے گا، بے اختیارانہ مجبور ہو جائے گا، اس ذات والا صفات کی تعریف کرنے پر۔

اذان وہ اسلامی اشعار ہے جو دن رات کے 24 گھنٹوں میں دنیا کے کونے کونے میں ہر لحہ گونجتی رہتی ہے۔ سب سے پہلے طلوع سحر سیلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بھر جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔

جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ملایا

کے بعد برما کی باری آ جاتی ہے۔ جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔

بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں، دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضاء توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اُٹھتی ہے۔ سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے، سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک 04 منٹ کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔

پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں شروع ہو جاتا ہے، مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ تک کا فرق ہے، اس عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی ہیں۔

بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران میں شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔

اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا ساڑھے 9 گھنٹے کا طویل سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی

انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں ہزاروں، لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں (اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا)۔

عرش والے نے اپنی پاک کتاب میں ارشاد فرمایا:

انك لعلى خلق عظيم۝

اے مدینہ کے تاجدار! اے آمنہ کے لعل! اے مکہ کے دُرِ یتیم! ''ہم نے آپ کو صاحب خلق عظیم بنا کر بھیجا ہے۔''

نیشا پوری نے اپنی تفسیر کبیر میں اور عبدالرحمٰن صفوری شافعی نے اپنی کتاب ''**نزهته المجالس**'' میں لکھا ہے کہ کسی نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ حضرت! ذرا بتلایئے تو سہی کہ خلق عظیم کیا ہے جس کا صاحب بنا کر مدینہ کے تاجدار کو معبوث کیا گیا ہے؟

حضرت علیؓ نے دریافت کرنے والے سے کہا تیرے سوال کا جواب بعد میں دوں گا، پہلے یہ بتا کہ تو اس دنیا کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے؟ اس نے کہا حضرت! میں کیا، کوئی بڑے سے بڑا انسان اس کی اونچ نیچ کو کما حقہ بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے شخص! دنیا وہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ ''دنیا، قلیل ہے قلیل''!

جب کائنات کے رہنے والے اس قلیل کو بیان نہیں کر سکتے تو میں اس عظیم کو کس طرح بیان کر سکتا ہوں؟ تو حضرات! سید الرسل، امام الانبیاء، ہادیٔ عالم، محسن اعظم، فخر عالم ﷺ کائنات کی وہ ہستی، وہ ذات والا صفات اور ذاتِ بابرکات ہیں کہ کائنات کا کوئی شخص چاہے بھی تو ان کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں سے آپ کو چن لیا کہ آپ کی زندگی کی قسم کھائے''۔

پوری دنیا میں ایک مدینہ کے پیارے نبی کی تو ہستی ہے کہ جس کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو عرش والے نے محفوظ کر دیا ہے۔ حیات مبارکہ کے سارے لمحات، ایک ایک لمحہ کی، ایک ایک جنبش، ہونٹوں سے نکلے مبارک الفاظ، متبرک حروف، آج احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور صاحبان ایمان کے دلوں کو قرار و سکوں کی دولت سے نواز رہے ہیں۔ عرش والے نے ارشاد فرمایا:

لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون ○

یعنی اللہ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی ہے کہ ''جو تجھ کو نہیں مانتا وہ اپنے ہی نشے میں اندھا ہو چکا ہے''۔

صرف یہی نہیں کہ آپ کی زندگی کی قسم کھائی، اللہ نے تو اس شہر کی قسم بھی کھائی ہے جو شہر آپ کا شہر تھا: فرمایا:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾

(التین: ۱-۳)

قسم ہے اس امن والے شہر کی، اللہ نے اس امن والے شہر کی قسم کیوں کھائی؟ فرمایا:

لااقسم بهذا البلد○ وانت حل بهذا البلد○

اس شہر کی قسم اس لئے کھائی کہ پیارے! یہ وہ شہر ہے جہاں تو چلتا ہے، پھرتا ہے، اُٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے اور تیری چلت پھرت کی وجہ سے ہم نے اس شہر کو سارے شہروں میں معزز بنادیا ہے۔

اللہ نے اس شہر کو کائنات کے سارے شہروں میں ممتاز کر دیا۔ اللہ نے ان راستوں کو جن راستوں نے آپؐ کے قدموں کو چوما مشرف کر دیا۔ اللہ نے اُن گلیوں کو جن گلیوں کے کنکروں نے آپؐ کے تلووں کے بوسے لئے، مکرم کر دیا۔ آج لوگ بڑی حسرت سے کہتے ہیں، عقیدت سے لبریز لہجے میں گڑگڑاتے ہیں کہ

اے کاش! ہم مدینہ کی گلیوں کے پتھر ہوتے کہ کبھی تو آقا کے قدموں کے نیچے آئے ہوتے۔

اے کاش! ہم آپ کی دہلیز کی چوکھٹ کی لکڑی ہوتے کہ کبھی تو آپؐ نے ہم پر پاؤں رکھا ہوتا۔

اے کاش! ہم آپؐ کے بستر کے تار ہی ہوتے کہ کبھی تو آپؐ کے جسد مبارک سے مس ہونے کا شرف مل جاتا۔

اے کاش! ہم مدینہ کی راہوں کے درخت ہی ہوتے، کبھی آپؐ کے ہاتھوں نے ہم کو چھوا ہوتا۔

اشرف مخلوقات ہونے کے باوجود مدینہ طیبہ کی محبت وعقیدت میں کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے......

لیکن، حضرات! یثرب، کیا تھا؟ دنیا کے عام قصبوں کی طرح کا ایک عام قصبہ، کون پوچھتا تھا، یثرب کو......؟

یہ تو ساری میرے آقاؐ کے دم قدم کی برکت ہے کہ آج یثرب، یثرب نہیں، مدینہ طیبہ بن چکا ہے۔

قدم قدم پہ رحمتیں، نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گزر گیا
وہاں ہے رات ابھی تلک، جہاں نظر نہیں پڑی
وہاں وہاں سحر ہوئی، جہاں جہاں گزر گیا

انؐ کے قدموں اور دُعاؤں کی برکت ہے کہ یثرب آج مدینہ منورہ، مدینہ طیبہ بن کر ایمان والوں کے لئے اطمینان قلب کا باعث بن چکا ہے۔ مدینہ، میرے آقاؐ کی دعاؤں کی برکت سے مکہ مکرمہ کی طرح ''حرم'' بن چکا ہے، رحمتیں اور برکتیں تو آپؐ کے جلو میں چلا کرتی تھیں،

کون ہے، کائنات میں..........؟ جو انگلی اٹھائے اور اللہ اس کی اٹھی انگلی کی لاج رکھ کر آسمان کے چاند کو دو ٹکڑے کر دے۔

کون ہے؟ جو کھاری کنویں میں تھوکے اور اللہ اس کے تھوک کی برکت سے کھاری کنویں کو میٹھا کر دے۔

کون ہے؟ جو کسی پکوان میں اپنا لعابِ دھن ڈالے اور اللہ اس کھانے میں اتنی برکت ڈالے کہ لوگ کھاتے چلے جائیں مگر کمی واقع نہ ہو۔

کون ہے، جو نابینا کی آنکھ میں تھوک لگائے اور نابینا اس تھوک کی برکت سے بینا ہو جائے۔ کون ہے، کائنات میں..........؟ جو زمین سے عام کنکر اٹھائے، اور وہ کنکر اس کی ہتھیلی پر آ کر ''تسبیح'' کرنا شروع کر دیں، کون ہے، بھلا..........؟ جس کی انگلیوں سے نہروں کی طرح پانی جوش مار کر بہنے لگے۔

کون ہے............؟ کہ جس نے، جس حصے پر نماز ادا کی ہو، اللہ تعالیٰ نے اسے ”روضة من رياض الجنة“، (جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ) بنادیا ہو

کون ہے؟ جس نے ایک قبرستان میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ’’جنت البقیع‘‘ بنا دیا ہو............ہاں، ہاں، بتاؤ تو ذرا............کون ہے؟

راکبِ ذہانت و فطانت
مرکب عدالت و امامت
مجسمۂ امانت و دیانت
صاحب اقبالیت و بداعیت
مطہر و منور، محسنِ انسانیت
میرے آقا، میرے مولا کے سوا ......؟

کوئی نہیں، کوئی نہیں، ربِ کعبہ کی قسم! کوئی نہیں!

جب کوئی نہیں، تو پھر کون ہے؟ جو آپ کی تعریف کا حق ادا کر پائے؟

اللہ کے وہ محبوب، اللہ کے وہ مرغوب، کائنات میں سب سے افضل، اشرف، اکمل، کامل اور مکمل زندگانی والے کہ جس نے لطافت سے، آپ کو دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا۔

آپ تو وہ ہیں کہ جن کے بارے میں حسان ؓ نے کہا:

واحسن منك لم ترقط عين
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرا من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

کہ اے آقا! آپ ایسے خوب صورت، خوبرو، خوش جمال، خوش خصال، صاحب جمال، صاحب کمال کہ کمالات کے کمال کو پہنچے ہوئے اور حسن صفات کے اتمام کو پہنچے ہوئے۔ آپؐ جیسا خوبرو، خوبصورت، آپ جیسا سوہنا، من موہنا، چندا کا روپ، سندر سروپ، کائنات کی کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ جیسا حسن و جمال کا پیکر، رعنائیوں کا مرکب، کائنات کی کوئی آنکھ کس طرح دیکھ سکتی ہے کہ آپ جیسا ضیاء پاشیوں کا مجمع، حسین و جمیل، وجیہ و شکیل کائنات کی کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

آپ عیوب سے مبرا، نقائص سے مصفا، خامیوں سے پاک، کجوں سے صاف، ایسے پیدا ہوئے کہ آقا! ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے خالق نے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا ہو۔"

آپؐ تو وہ ہیں کہ جن کے بارے میں حضرت جبریلؑ گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"قلبت مشارق الارض و مغاربها لم ار مثل محمد ﷺ"

حضرت جبرائیل کے اس کہے ہوئے کا ترجمہ ایک فارسی شاعر نے یوں کیا کہ

"آفاقہا گردیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام
مہر بتاں لرزیدہ ام
لیکن تو چیزے دیگری"

یعنی میں مشرق سے مغرب تک اڑا، میں شمال سے جنوب تک گیا، میں نے ہر دور کے صاحبانِ جمال بھی دیکھے، صاحبانِ کمال بھی دیکھے، سوہنے بھی دیکھے، من موہنے بھی دیکھے، شان والے بھی دیکھے، اونچے مقام والے بھی دیکھے، بڑے سے بڑا دیکھا، اونچے

سے اونچا دیکھا، دنگ کر دینے والے، بڑے بڑے دبنگ دیکھے، قسما قسم دیکھے، رنگ برنگ دیکھے، لیکن اے مسجد نبوی کے کچے صحن میں بیٹھ کر، آسمان کے چاند کو شرما دینے والے! تجھ سے بڑھ کر نگاہوں میں کوئی آیا ہی نہیں، تیرے بنا، دل میں کوئی سمایا ہی نہیں''……

اوروں کی بات چھوڑیں، خود نبی کائناتؐ نے فرمایا: ''ایک روز میں وادیٔ بطحا'' میں آرام کر رہا تھا، میری آنکھیں سو رہی تھیں، دل جاگ رہا تھا کہ ایسے میں دو فرشتے میرے پاس آئے، ایک فرشتے نے دوسرے سے پوچھا ''کیا یہ وہی ہیں جن کی طرف ہم کو بھیجا گیا ہے؟ دوسرے فرشتے نے کہا: ''ہاں ہاں! یہی تو ہیں جن کی طرف ہم کو بھیجا گیا ہے!''

(آپؐ نے فرمایا) پھر ایک ترازو قائم کیا گیا، اس کے ایک پلڑے میں مجھ کو رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں ایک عام شخص کو رکھا گیا لیکن میرا پلڑا بھاری رہا، پھر ایک کی جگہ دس کو میرے ساتھ تولا گیا، میں تب بھی وزنی ٹھہرا، پھر 10 کی جگہ 100 کو میرے ساتھ ترازو کیا گیا، میرا پلڑا تب بھی بوجھل ہی رہا، پھر ایک ہزار کو میرے ساتھ تولنے کی بات ہوئی……تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا (کیا گن گن کے تول رہے ہو؟ ایک، دس، سو، ہزار، لاکھ، کروڑ کیا؟) ''لو وزنت الدنیا کلھا لرجحھا''

کہ اگر ایک پلڑے میں، دنیا کے سارے مدبر، مفکر، مصلح، ریفارمر، فقیہ، مجتھد، امام، پیر، فقیر، صاحبانِ جمال وکمال بڑے سے بڑے غرض، ساری دنیا والے ڈال دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں اکیلے آمنہ کے لال ہوں۔ ساری دنیا والے مل کر بھی اکیلے مدینے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

کوئی آپؐ کی شان کس طرح بیان کر سکتا ہے؟ آپؐ تو وہ ہیں کہ جن کے بارے میں حضرت جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک روز سید الانبیاءؐ مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے، باہر بچے کھیل رہے تھے، آپ نے ایک ایک کے سر پر ہاتھ رکھا،

میرے سر پر بھی ہاتھ رکھا، میرے گالوں کو چھوا تو میرے کلیجے میں اس طرح کی ٹھنڈک پڑی کہ وہ ٹھنڈک بیان نہیں کر سکتا، صرف محسوس کرنے کی شے تھی اور آپ کے ہاتھوں سے اس طرح خوشبو اٹھ رہی تھی، اس طرح کی خوشبو میرے جسم و جاں کو معطر کر رہی تھی کہ ایسے دکھائی دیتا تھا جیسے آپ کا ہاتھ خوشبو کی نہر ہو۔

آقا تو وہ ہیں کہ ایک روز حضرت انسؓ کے گھر میں گئے، اُن کی والدہ کا معمول تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کے گرے ہوئے پسینے کے قطرات کو اکٹھا کر کے ایک بوتل میں جمع کر لیا کرتیں۔ ایک روز سید الانبیاءؐ نے انسؓ کی ماں کو ان قطرات کو جمع کرتے ہوئے دیکھ لیا، فرمایا: اے انس کی ماں! میرے پسینے کے قطرات کیوں جمع کر رہی ہو؟ اس نے کہا، آقا! لوگ عطر استعمال کرتے ہیں اور میں عطر کی جگہ آپ کا پسینہ استعمال کرتی ہوں کہ دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے پسینے کی خوشبو کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

"مَضَتِ الدھورُ وما اتینِ بمثلہ
ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ"

یعنی "صدیاں بیت گئیں، زمانے لد گئے، کوئی آپؐ کی طرح کا نہ آیا اور آپؐ آمنہ کے ہاں تشریف لے آئے تو اب قیامت قائم ہو جائے، کوئی آپؐ کی طرح کا نہ آئے گا"

آپؐ عدیم النظیر ہیں، بے مثال ہیں، لا جواب ہیں، جب آپؐ جیسا کائنات میں کوئی آیا ہی نہیں، تو کون ہے جو آپؐ کی تعریف کا حق ادا کر پائے؟ کون ہے جو آپؐ کی شان، آپؐ کے شایانِ شان، بیان کر سکے؟

کوئی نہیں، کوئی نہیں...... یقیناً کوئی نہیں!

کوئی آپؐ کی سیرت کو اور آپؐ کی نعت کے حق کو کس طرح ادا کر سکتا ہے؟ کہ

آپ تو وہ ہیں جن کے بارے میں کسی کہنے والے نے کہا:

يا صاحب الجمال و يا سيد البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لايمكن الثناء كما كان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

"آقا! آپ حسن جمال والے، آپ کمالات کے کمال والے، کائنات کا کوئی شخص آپ کے جمال کی وجہ سے، آپ کے کمال کی وجہ سے، آپ کے کمالات کے کمال کی وجہ سے، آپ کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا کہ آپ اپنے جمال و کمال کی وجہ سے ساری کائنات کے سردار ٹھہرائے گئے ہیں۔ آقا! چاند بھی چمکتا ہے تو گویا آپ کے چہرے کی ضیا پاشیوں اور کرنوں کی تابانیوں سے حصہ لے کر چمکتا ہے۔

کائنات کا کوئی شخص آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا، کہے گا تو بس یہی کہے گا،

"کہ" بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

یعنی "عرش والے کے بعد اگر کائنات کے اندر سب سے زیادہ کسی کی تعریف کی جا سکتی ہے تو صرف مدینہ کے تاجدار کی جا سکتی ہے اور کسی کی نہیں"۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

☆……☆……☆

نبی کریم ﷺ......

غیر مسلم شعراء وادباء کا خراج عقیدت

پیارے رسول ﷺ کی شان اقدس عظمتوں کی انتہاؤں سے بھی بالا ہے۔ خالقِ کائنات نے خود فرمایا ہے: ''ورفعنالك ذكرك'' کہ ہم نے آپ کے ذکر مبارک کو بلند ترین کر دیا ہے۔ جب آپ کا ذکر عرش والے نے بلند کر دیا ہے تو کون ہے جو اس بلندی کو چھونے کا تصور بھی کر پائے؟

آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے کیا کہنے! آپ کا اسم گرامی ہی تقاضا کرتا ہے کہ آپ کی مدحت ومنقبت، سب سے زیادہ اور ہر وقت ہو، ہر جہت میں آپ کی تعریف گونجے اور ہر کوئی آپ کی مدحت ونعت کے ذریعے اپنا نامہ اعمال بہتر کرنے کے جتن کرے۔ آپ کے چاہنے والوں اور آپ کے حضور ہدیہ نعت وعقیدت پیش کرنے والوں میں ہر طبقۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اور ہر مذہب وملت کے لوگ شامل ہیں۔

ہم یہاں برصغیر سے تعلق رکھنے والے چند غیر مسلموں کی لکھی نعتوں سے صرف نمونہ کلام پیش کر رہے ہیں، ورنہ ان کی لکھی نعتوں کے بیان کے لئے تو کئی دفاتر چاہئیں۔ رویندر جین نے بجا کہا تھا:

آپ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں
صرف شامل ہوں مسلمانِ رسول اکرم ﷺ

جبکہ شیش چندر سکسینہ نے کہا تھا:

یہ ذاتِ پاک تو ہر انسان کو ہے محبوب
مسلم ہی نہیں وابستہ دامانِ محمد ﷺ

بابا گرونانک جی:

سکھ مت کے بانی بابا گورونانک جی نے کئی مواقع پر آپ ﷺ کی تعریف کی، وہ آپ ؐ سے حد درجہ متاثر تھے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتے کرتے (اپنے معاشرتی مصالح کے باعث) رہ گئے۔ ان کا ایک شبد ہے:

اٹھے پہر بھوندا پھرے کھاون منڑے سُول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسول ؐ
م محمد ﷺ مَن توں، مَن کتاباں چار
مَن خدائے رسول ﷺ نُوں، سچا اِی دربار

”وہ شخص آٹھوں پہر بھٹکتا پھرے اور اس کے سینے میں درد اٹھتا رہے، وہ دوزخ میں کیوں نہ پڑے جب اس کے دل میں رسول ﷺ کی چاہ نہ ہو“۔ ”تُو حضرت محمد ﷺ کو مان اور چاروں کتابوں کو بھی مان۔ تُو خدا اور رسول ﷺ (دونوں) کو مان کیونکہ خدا تعالیٰ کا دربار سچا ہے“۔

گرونانک جی نے حساب کے ذریعے سے یہ ثابت کیا تھا کہ ذکر محمد ﷺ کائنات کی ہر شے میں جلوہ گر ہے۔ اپنے ایک شبد میں انہوں نے بڑے یقین کے ساتھ کہا کہ دنیا کی کوئی بھی شے اسم محمد ﷺ سے خالی نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

نام لیو جس پکش کا کرو چو گنا تا
دو ملاؤ پنج گن کرو کاٹو بیس بنا

نانک جو بچے، سو نو گنے دو اس میں ملا
اس بدھر کے نام سے نام محمد ﷺ بنا

یہی بات ہندی زبان کے مشہور شاعر بھگت کبیر داس بنارسی نے اپنے ایک عجیب وغریب دوھے میں کہی ہے جس کی رو سے دنیا کے تمام الفاظ اور جملوں سے ''محمد ﷺ'' کا عدد (92) برآمد ہوتا ہے۔ یہ دوھا اس بات کا غماز ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ذکر محمد ﷺ سے خالی نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں:

نام لو ہر دستو کا چوگن کر لووائے
دو ملایو، پنچ گن کر لو اور بیس کا بھاگ لگائے
باقی بچے کو نوگن کرلو اور دو دیو ملائے
کہت کبیر ہر دستو میں نام محمد ﷺ پائے

ہندو شعراء (کا نمونہ کلام)

پنڈت رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو، محمد ﷺ کا مقام
وہ اُمتِ اسلام میں محدود نہیں

رمیش نرائن سکسینہ گلشن بریلوی

آنے کو تو سنسار میں آئے ہیں نبی اور
آیا ہے نہ آئے گا محمد ﷺ سا کوئی اور
یاد آتی ہے جب دوریٔ سرکارِ مدینہ
بڑھ جاتی ہے گلشن مری آنکھوں میں نمی اور

ہو کس سے بیاں، منزلت و شان محمد ﷺ
ہے آپ خداوند، ثناء خوان محمد ﷺ

پنڈت بشن نرائن حامی بریلوی

☆……☆……☆

ذکرِ محمد ﷺ کی خاطر ہے
سانس کا میری آنا جانا

جسٹس (ر) بھگوان داس

☆……☆……☆

میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر
قمر کو مری پاسبانی میں رکھا

(چودھری دلورام کوثری)

☆……☆……☆

اگر مل جائے محبوب خدا کا آستاں مجھ کو
تو میں سمجھوں گا، گویا مل گیا سارا جہاں مجھ کو

ڈاکٹر لالہ بیلی رام کانپوری

☆……☆……☆

ہر دم تصور شہ والا جناب ہو
لب پر ہمیشہ ذکرِ رسالت مآب ہو

گنگا سہائے تمیز لکھنوی

☆……☆……☆

واہ کیا آن ہے، کیا شان رسولِ عربیؐ
تم پہ سو جی سے ہوں قربان رسولِ عربیؐ

منشی سکھدیو پرشاد بسمل الٰہ آبادی

☆……☆……☆

بیاں کیا ہو جنابِ مصطفیٰؐ کا
یہاں دم بند ہے عقلِ رسا کا

مدن لال ساحر

☆……☆……☆

طاقت کہاں بشر کی، لکھے شانِ مصطفیٰؐ
جب آپ ہی خدا ہو ثناء خوانِ مصطفیٰؐ

منشی رانجھا عاشق ہوشیار پوری

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکان پر

سکھ شعراء کے نعتیہ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

اب دولتِ کونین کی پروا نہیں مجھ کو
حاصل ہے مجھے دولتِ دیدار محمد ﷺ

پورن سنگھ ہنر

☆……☆……☆

کوئی منزل ہو، کوئی آستاں ہو، کوئی محفل ہو
وہ نورِ سرمدی ہی جابجا معلوم ہوتا ہے

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

اُسی کی ہیں صبحیں، اسی کی ہیں شامیں
جو لیتا ہے ہر صبح، نامِ محمد ﷺ
قیامت سے محبت کو ڈراتا ہے ناصح
پتا ہے ، کہ میں ہوں غلام محمد ﷺ

سرجیت سنگھ ناشاد

☆......☆......☆

اے کہ تجھ سے صبح عالم کو درخشانی ملی
ساغرِ خورشید کو صہبائے نورانی ملی

پروفیسر کرپال سنگھ بیدار

☆......☆......☆

عشق ہو جائے کسی سے ، کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں
خود بخود اُن کے تصور سے سنور جاتا ہے
ہم نے خود اپنے مقدر کو سنوارا تو نہیں

☆......☆......☆

عیسائی شعراء کا نمونہ کلام:

والشمس تھے رُخسار تو واللیل تھیں زُلفیں
اک نُور کا سورہ تھا سراپائے محمد ﷺ

جون رابرٹس جان لکھنوی

اخلاقِ عالیہ کا بیان

(ایک ہندو ادیب کی زبانی)

یوم النبیؐ 1935ء کی تقریب پر سیرت کمیٹی اجمیر کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں وقت کے مشہور انشا پرداز اور ادیب منشی للتا پرشاد شاد میرٹھی نے ایک نہایت ہی دلچسپ اور عمدہ تقریر فرمائی، ہم اس تقریر کے بعض اجزاء کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی رحمدلی:

عمرو بن امیہ جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، جاہلیت کے عالم میں دوسرے عربوں کی طرح دشمن کو غفلت، خواب یا دھوکہ سے قتل کر دینے کے لئے بدنام تھے۔ جو لوگ امن و سایہ میں آ جاتے تھے، انہیں بھی مار ڈالتے تھے۔ یہ کیفیت ایام جہالت میں تمام عرب کی تھی۔ چنانچہ ابوسفیانؓ نے ایک دن قریشیوں سے کہا کہ محمد ﷺ کو مدینہ کے بازاروں میں پھرتے ہوئے بحالت غفلت کوئی قتل کر سکتا ہے؟ ایک بدوی تیار ہو گیا اور خنجر چھپا کر چلا۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ بدوی روبرو آیا، آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر معاً فرمایا کہ یہ شخص غدار نظر آتا ہے۔ ایک صحابی نے فوراً جائزہ لیا۔ اس کے پائجامہ سے خنجر برآمد ہوا۔ اب تو اس شقی نے گڑگڑا کر امان مانگی اور آنحضرت کا رحم ملاحظہ فرمائیے کہ آپ ﷺ نے فوراً معاف فرما دیا اور سارا حال سن کر اسے چھوڑ دیا۔ قارئین! آپ کو معلوم ہے کہ اس رحم و کرم کا کیا نتیجہ نکلا؟...... وہ بدوی آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

رحم و اخلاق کے رات دن ایسے معاملات دیکھ کر خالد بن ولید کا دل بھی کچھ پسیجا، چنانچہ اس نے آپ کو چند گھوڑے نذر کیئے۔ اس وقت تک وہ آپ کا اور اسلام کا سخت مخالف، بلکہ جانی دُشمن تھا اور مخالفوں کی طرف سے بڑی بہادری اور دلیری سے لڑا کرتا تھا۔ اس نذر پر ابوسفیان بہت برہم ہوا اور خالد سے لڑنے لگا، لیکن واقعات سے متاثر ہوکر دشمنوں کے کیمپ میں بھی خالد کے کئی طرف دار ہو گئے تھے۔

ایک بار قریش پر حملہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے خاموش وخفیہ تیاریاں شروع کیں، مگر ایک صحابی حاطب نامی نے تمام باتوں کی خبر مخالف کیمپ کو بھیج دی۔ حضرت عمرؓ نے قاصد کو پکڑ لیا اور خط پڑھا گیا تو سب نے حاطب کو قتل کی سزا دینا چاہی، مگر آپ ﷺ نے بالکل معاف کردیا۔

ایک روز دوران خطبہ میں تمام قریشیوں کو آزاد و معاف کر دیا جس کا انتالا جواب اثر ہوا کہ صدہا مرد وعورت حتیٰ کہ بہت سے قریش خود بھی مسلمان ہو گئے اور ابوسفیان کی بیوی اور اس کے بیٹے کی بہو بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

غربت وسادگی:

آپ ﷺ کی غربت و سادگی کا حال بیان کرنا مشکل ہے۔ کھانا بہت سادہ اور مقدار میں بہت کم ہوتا تھا، کپڑے ہمیشہ سادہ، معمولی اور اکثر پیوند لگے ہوئے پہنتے تھے۔ وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کا زندگی بسر کرنے کا تذکرہ اس طرح کیا کہ گھر میں سے ایک کمبل نکال کر دکھایا جس میں کئی پیوند تھے اور جابجا پھٹا ہوا تھا۔ یہی کمبل آپ ﷺ کے استعمال میں وقت وفات تھا۔

بعض اوقات تیل کی کمی کے باعث حجرہ میں روشنی تک نہ ہو سکتی تھی اور اندھیرے میں ہی رات کٹتی تھی۔ آپ کے انتقال کے وقت حضرت عائشہؓ نے ایک ہمسایہ سے تیل مانگ کر روشنی کی تھی۔ آپ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہؓ چکی پیستیں اور گھر کا تمام کام دھندا خود کرتی تھیں، حتیٰ کہ ہتھیلی پر چھالے پڑ گئے تھے۔ حضرت علیؓ خود پانی بھرتے تھے۔ ایک بار چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک خادم مانگ لیں، مگر تکلیف و پریشانی کے باوجود فرمائش کرتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کو خوب نیند آئی، صبح اُٹھنے پر دریافت کیا کہ کیا بستر بچھایا تھا جو اس قدر آرام ملا۔ معلوم ہوا کہ روزانہ استعمال کا ٹاٹ ہی بچھایا گیا تھا مگر اتفاقاً اس روز اس کی چار تہیں کر دی گئی تھیں۔ وفات کے وقت موٹے کھدر کا تہبند اور ایک پیوند لگا ہوا کمبل جسم پر تھا۔ آپ کی سادگی کا اثر صحابیوں پر بھی خوب پڑا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تاجر تھے۔ بعد وفات رسولؐ خلیفہ منتخب ہوئے اور سب نے بیعت کی، مگر باوجود اس شان و عزت کے اگلے روز ہی کپڑوں کی گٹھڑی کندھوں پر رکھ کر بیچنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ انسانی ذمہ داری کا اتنا احساس فی زمانہ نہایت مشکل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا فرمانا تھا کہ جو کمزور ہے وہ قوی ہے، میں اسے اس کا حق دلاؤں گا اور جو قوی ہے وہ کمزور ہے، اُس سے حق لے کر رہوں گا۔ آج اس مقولہ کے برعکس جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ پردۂ عالم پر کمزوروں پر ہی حکومت کی جاتی ہے۔ ایسا کون ہے جو اپنی طاقت وقوت کا مظاہرہ اور گھمنڈ نہ کرتا ہو۔

ایک روز حضرت علیؓ نے اپنے کسی دشمن کو جنگ میں پچھاڑ دیا جو انہیں قتل کرنا چاہتا تھا، نیچے گر کر غصہ میں اس نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ فوراً چھاتی سے اتر پڑے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ جا بھاگ جا، بہ حالتِ غصہ قتل کرنا حرام ہے،

اندیشہ ہے کہ کہیں تیری حرکت پر غصہ نہ آ جائے۔

بعض دیگر خوبیاں:

حضرت محمد ﷺ کی خوش خلقی اور مہمان نوازی بے نظیر تھی۔ وہ دشمن سے بھی مسکراہٹ ملائمت اور آہستگی سے گفتگو کرتے تھے۔ غصہ تو دور رہا وہ زور سے بولے تک نہ تھے۔ ایک بار عیسائیوں کا وفد آیا جو خاص عزت اور خاطر تواضع کے ساتھ ٹھہرایا گیا اور جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تو خود مسجد نبویؐ کے صحن میں عبادت کے لئے اجازت عطا فرمادی۔

ایک بار کچھ پھل بطور تحفہ کہیں سے آئے۔ آپؐ نے سب سے پہلے اس میں سے ایک حصہ اپنے ہمسایہ یہودی کو بھیجا اور پھر اہل وعیال میں تقسیم کرکے بعد میں خود استعمال فرمایا۔ آپ اکثر غارِ حرا میں آبادی سے دور قیام فرمایا کرتے تھے اور مراقبہ کی حالت میں رہتے تھے، جہاں صرف پانی کا ایک مشکیزہ ان کے پاس رہتا تھا۔

عدل ومساوات کا پیغمبرؐ

مہاتما گاندھی کا خراج عقیدت

اسلام اپنے شاندار زمانے میں غیر روادار نہیں تھا، بلکہ تمام دنیا اس کی تعریف کر رہی تھی۔ اس وقت جب کہ مغربی دنیا اندھیرے میں غرق تھی، اُفق مشرق کا ایک روشن ستارہ چمکا، جس سے بے چین دنیا کو روشنی اور تسلی نصیب ہوئی۔ اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھی اس کا اسی طرح مطالعہ کرنا چاہیے جس طرح مَیں نے مطالعہ کیا ہے پھر وہ بھی میری ہی طرح اس سے محبت کرنے لگیں گے۔

مَیں پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ کر رہا تھا۔ جب مَیں نے کتاب کی دوسری جلد بھی ختم کر لی تو مجھے افسوس ہوا کہ اس عظیم الشان زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے اب میرے پاس کوئی اور کتاب باقی نہیں ہے۔ اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ یہ تلوار کی قوت نہ تھی جس نے اسلام کے لئے دنیا کا میدان فتح کیا، بلکہ یہ پیغمبر اسلام کی انتہائی سادگی، بے نفسی، وعدہ وفائی اور بے خوفی تھی۔ یہ آپ کا اپنے دوستوں اور پیروکاروں سے محبت کرنا اور خدا پر بھروسہ رکھنا تھا۔ یہ تلوار کی قوت نہیں تھی، بلکہ یہ اوصاف اور خوبیاں تھیں جن سے تمام رکاوٹیں بہہ گئیں اور آپؐ تمام مشکلات پر غالب آئے۔

مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ جنوبی افریقہ میں جو یورپین آباد ہیں، وہ اسلام کی تبلیغ سے لرز رہے ہیں۔ اُسی اسلام سے جس نے سپین کو تہذیب عطا کی۔ اسی اسلام سے جس نے مراکش میں روشنی پھیلائی اور اہل دنیا کو بھائی بھائی بن جانے کی ترغیب دی۔ بے شک جنوبی افریقہ کے یورپین اسلام سے ڈرتے ہیں، لیکن دراصل وہ اس حقیقت سے ڈرتے ہیں کہ اگر افریقہ کے دیسی باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ سفید قوموں کی برابری کا حق طلب کرنے لگیں گے، آپ ان کو ڈرنے دیجئے۔ اگر بھائی بھائی بننا گناہ ہے، اگر وہ اس امر سے پریشان ہیں کہ ان کی نسلی بڑائی قائم نہ رہ سکے گی تو ان کا خوف بجا ہے۔ کیونکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ اگر ایک زولو عیسائی ہو جاتا ہے تو وہ سفید رنگ عیسائیوں کے برابر نہیں ہو سکتا، لیکن جونہی کہ وہ اسلام قبول کرتا ہے، بالکل اسی وقت وہ اسی پیالے میں پانی پیتا ہے اور اسی طشتری میں کھانا کھاتا ہے جس میں کوئی اور مسلمان پانی پیتا اور کھانا کھاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے جس سے یورپین کانپ رہے ہیں۔

مائیکل ہارٹ کی تصنیف میں ذکر رسول ﷺ

ممتاز امریکی ادیب و مصنف مائیکل ہارٹ نے عالمی عہد ساز شخصیات پر ایک کتاب The 100 The Most Infuluential Persons in History لکھی ہے جس میں تاریخ عالم پر اثر انداز ہونے والی اہم ترین شخصیات کے کارناموں کو یکجا کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے ان عہد ساز شخصیتوں میں حضرت محمد ﷺ کو سر فہرست رکھا ہے اور ایسا کرنے کی وجوہ بھی لکھی ہیں۔

ان شخصیات کا تعلق 600 سال قبل مسیح سے لے کر 20 ویں صدی تک ہے۔ زمانہ کے لحاظ سے ان کی فہرست یوں بنائی گئی ہے

عہد (زمانہ)	تعداد
600 سال قبل مسیح کی شخصیات	3
600 ق۔م سے 201 ق۔م تک	13
200 ق۔م سے 1400 عیسوی تک	16
15 ویں صدی کی شخصیات	4
16 ویں صدی کی شخصیات	8
17 ویں صدی کی شخصیات	10
18 ویں صدی کی شخصیات	12
19 ویں صدی کی شخصیات	19
20 ویں صدی کی شخصیات	15
	100

کارناموں کی نوعیت کے اعتبار سے

شعبہ جات	شخصیات کی تعداد
سائنس دان و موجد	37
سیاسی اور فوجی شخصیات	30
سیکولر فلاسفر	14
مذہبی لیڈر	11
فن و ادب	6
مہم جو اور معرکہ آرا شخصیات	2
	100

تاریخی شخصیات کا خطہ وار تعلق

خطہ اور علاقہ	تعداد
برطانیہ	18
جرمنی و آسٹریا	15
فرانس	10
اٹلی	8
یونان	5
سپین	4
روس	3
باقیماندہ یورپ	8
شمالی امریکہ	7

جنوبی امریکہ	1
افریقہ	3
چین	7
انڈیا	3
انڈیا	1
منگولیا	7
مغربی ایشیا	100

نوٹ: خطے کے اعتبار سے ان میں یوکلڈ (ماہر اقلیدس) ہومر، ارسطو اور سکندر اعظم کا تعلق یونان سے تھا۔ جوزف سٹالین کا روس سے الیگزینڈر گراہم بیل کا برطانیہ اور امریکہ، دونوں سے تھا۔

فاضل مصنف نے سرور کائنات ﷺ کو ان عہد ساز، انقلاب انگیز اور معرکہ آراء شخصیات میں سرفہرست رکھنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دنیا میں جتنے بھی انقلابات رونما ہوئے یا حالات کا رخ موڑنے والے واقعات برپا ہوئے ان کا وقوع پذیر ہونا یا انجام پانا...... ناگزیر ہو چکا تھا...... وہ لکھتا ہے کہ اگر مارکونی ریڈیو ایجاد نہ کرتا تو آئندہ چند سالوں کے اندر کوئی دوسرا شخص یہ کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ سپین کا برنانڈ وکورٹیز اگر منظر پر نہ ابھرتا، تب بھی سپین، میکسیکو پر قبضہ کر لیتا۔ ماہر حیاتیات چارلس ڈارون سائنسی تحقیق وجستجو نہ کرتا تب بھی نظریہ ارتقاء چند سالوں میں دنیا کے علم میں آ جاتا۔ لیکن حضرت محمد ﷺ ان شخصیات میں سے ہیں کہ جو کارنامے انہوں نے انجام دیئے، وہ کسی اور کے ہاتھ سے کبھی انجام نہ پا سکتے تھے۔

عظیم کارناموں اور تاریخ کے نئے ابواب رقم کرنے والوں میں آنحضرت ﷺ کو سرفہرست رکھنے کے بعد فاضل مصنف نے خود عیسائیت سے تعلق رکھنے کے باوجود حضرت عیسیٰ کا تیسرے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کا 16 ویں، ارسطول 14 ویں اور مصلح عیسائیت مارٹن لوتھر کا 23 ویں نمبر پر ذکر کیا ہے۔ سکندر اعظم کا 33 ویں، نپولین بونا پارٹ کا 34 ویں، بابائے علم اقتصادیات ایڈم سمتھ کا 37 ویں، ممتاز موجد تھامس ایڈیسن کا 38 ویں، افلاطون کا 40 ویں، آلیور کرامویل کا 47 ویں، جوزف سٹالین کا 63 ویں، جولیئس سیزر کا 65 ویں، ولیم (فاتح) کا 69 ویں، جرمن فلاسفر مانی کا 83 ویں، واسکوڈے گاما کا 84 ویں، سائرس دی گریٹ (ذوالقرنین) کا 86 ویں، شہرہ آفاق قانون دان اور منصف جسٹینین اول کا 96 ویں نمبر پر ذکر کیا گیا ہے اور تمام دنیا اور تمام چنیدہ شخصیات میں سے آپ کو سب سے افضل و اعلیٰ قرار دیا اور بجا دیا۔

مائیکل ہارٹ:

دنیا کی سب سے زیادہ ذی اثر شخصیات کی لسٹ میں محمد ﷺ کو سب سے پہلے رکھنا بعض لوگوں کو حیرت میں ڈال دے گا اور وہ معترض ہوں گے، لیکن تاریخ میں واحد یہ شخصیت گرامی ہیں کہ مذہبی اور دنیاوی طور پر انتہائی کامیاب ہوئے۔ معمولی لوگوں میں پیدا ہو کر محمد ﷺ نے دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک کی بنیاد رکھی اور اسے رائج کیا اور انتہائی ذی اثر شخصیات میں سے نمایاں سیاسی لیڈر رہے۔

ای۔ ڈی۔ منگھم:

محمد ﷺ اس لئے عظیم نہیں تھے کہ وہ امن کے علمبردار تھے بلکہ آپ ﷺ دنیا کے سب

سے کامیاب ترین پیغمبر تھے۔ جتنے اذہان وقلوب آپ نے مسخر کیے کسی اور نے نہیں کیے۔

لین پول:

آپ ﷺ میں یہ بے مثال صلاحیت تھی کہ آپ ﷺ دوسروں کو متاثر کر سکتے تھے۔ اس بے پناہ صلاحیت کا استعمال آپ ﷺ نے صرف خیر کی سربلندی کے لئے کیا۔ روئے زمین پر محمد ﷺ جیسا دور اندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔

ایل۔ وی۔ واگلیزی:

تعصب اور لاعلمی کی وجہ سے اگر دنیا محمد ﷺ کو ایک مذہبی رہنما قبول کرنے سے کتراتی ہے تو میں بھی پورے یقین سے دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کو ایک نہ ایک دن سب سے بڑے سماجی مصلح کی حیثیت سے دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

اے۔ جی۔ لیونارڈ:

جسمانی اور اخلاقی پاکیزگی کے نقطہ نظر سے محمد ﷺ ہر نوع سے ایک جوہر تھے۔ آپ ﷺ جسمانی، ذہنی اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم فرماتے تھے۔ آپ کی تعلیمات رہتی دنیا کے لئے مشعل راہ ہیں۔ جس سرعت سے اسلام کی فتح ہوئی وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے خلفا نہایت اعلیٰ درجہ کے انسان رہے ہوں گے۔ مذہب کو کامیابی اس کے رہنماؤں کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

پروفیسر گسے پی:

حضرت محمد ﷺ کے دین کا تمام نسل انسانی پر بڑا احسان ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد ﷺ بہت بڑے اور عظیم انسان تھے، ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو خدائی کا دعویٰ کر دیتا۔

گبن:

محمد ﷺ کے پہلے چاروں خلفاء کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں کہ محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں میں ایسا دینی جذبہ پیدا کیا کہ عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروکاروں میں بھی یہ جذبہ تلاش کرنا بے سود ہے۔

اس کی بدولت نصف صدی سے کم عرصہ میں بھی اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آ گیا۔ جب عیسیٰؑ کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا تو ان کے پیروکار انہیں بچانے کی بجائے بھاگ گئے اور اس کے برعکس محمد ﷺ کے پیروکار اپنے مظلوم پیغمبرؐ کے گرد و پیش رہے اور ان کے بچاؤ کے لئے اپنی جانیں، گھر بار تک خطرہ میں ڈال کر انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا۔

ڈاکٹر گستاؤلی بان فرانسی:

جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور ان کی کامیابی کے اسباب کو اُبھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر اقوام نے دین اسلام کو قبول کیا تو اس وجہ سے کہ اپنے قدیم حاکموں کی نسبت ان مسلمانوں کے حاکم میں انصاف پایا گیا اور ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے زیادہ سچا اور سادہ پایا۔

جون ڈیون پورٹ:

یہ خیال کہ قرآنی مذہب تلوار کے ذریعے سے شائع ہوا تھا بالکل غلط ہے کیونکہ ہر ایک منصف مزاج اور غیر متعصب یہ معلوم کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ کے مذہب نے

انسان کی قربانی اور خون ریزی کی جگہ نماز وزکواۃ قائم کی، ہمیشہ کے جھگڑوں کی جگہ باہمی اخلاق ومحبت کی بنیاد ڈالی۔ حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے لئے سرتاپا برکت تھا اور محمد ﷺ نے ہرگز اس قدر خون ریزی نہیں کی جس قدر موسیٰ علیہ السلام کو بت پرستی کی بیخ کنی کے لئے کرنا پڑی۔

* * *

قانونِ توہین رسالت اور غیر مسلم زعماء!

سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے شیخوپورہ کی ایک خاتون (جس پر توہین رسالت کا الزام ہے) کے حوالے سے بات کر کے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ اس نازک موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے سو بار سوچنا چاہیے۔ حکمران پارٹی کی رکن اسمبلی شیری رحمٰن صاحبہ نے تو قانون میں واضح ترمیم کے لئے بل بھی جمع کروا دیا ہے۔ جس سے اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ مذہبی مسالک نے اپنے تمام سیاسی و فروعی و فقہی اختلافات کو نظر انداز کر کے اور ''تحریک ناموس رسالت ؐ'' کے نام سے ایک اتحاد بنا کر احتجاجی تحریک شروع کر دی ہے۔ بعض سیاسی پارٹیوں نے بھی اس تحریک کی حمایت شروع کر دی ہے۔ جو مذہبی تنظیمیں اس پلیٹ فارم پر نہیں آ پائیں، وہ بھی ''توہین رسالت قانون'' میں ترمیم کی ہر کوشش اور ہر سوچ کے خلاف اعلان و احتجاج شروع کرنے کے لئے سرگرمی سے متحرک ہیں۔ ہر روز کسی نہ کسی جگہ احتجاجی جلسہ و مظاہرہ ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ وزیر اعظم اور دیگر حکومتی زعماء اشاروں کنایوں میں اس قانون میں ترمیم نہ کرنے کا عندیہ تو دے چکے ہیں مگر واضح طور پر کوئی اعلان نہیں کیا، نہ ہی اپنی رکن اسمبلی سے کہہ کر بل کو واپس کرایا ہے اور نہ ہی گورنر پنجاب کی تردید کی ہے۔

ایک طرف مذہبی قوتوں کی تحریک ہے تو دوسری طرف بعض نجی ٹی وی چینلوں کی طرف سے منعقدہ مذاکرے ہیں جنہوں نے اس موضوع کو گرما رکھا ہے۔ ایک طرف سے اس قانون وسزا میں تبدیلی وترمیم کے پرزور مطالبے ہیں اور دوسری طرف ''اعلانات جہاد'' کیے جا رہے ہیں۔ اس تند وتیز فضا میں گزشتہ روز ایک پرسکون برکھا برستی دکھائی دی۔ ہوا یوں کہ تنظیمات المدارس کے رہنما قاری محمد حنیف جالندھری (جو تحریک ناموس رسالت کے بھی متحرک لیڈر ہیں) نے لاہور میں اپنے نئے تعمیر شدہ ادارے میں ایک ''مجلس مذاکرہ'' کا اہتمام کیا، اس میں تمام مسلم مکاتب فکر کے جید علماء ومفکرین کے ساتھ ساتھ مسیحی زعماء کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

یہ مجلس درحقیقت ''مکالمہ بین المذاہب'' کی خوب تر مثال تھی۔ مسلم مکاتب فکر کی طرف سے جناب لیاقت بلوچ، مولانا زاہد الراشدی، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مفتی محمد خان قادری، مولانا امجد خان، مولانا محمد یوسف، ڈاکٹر حافظ عبدالغنی، مولانا عبدالمالک (سابق صوبائی وزیر سرحد) مولانا محمد یٰسین ظفر (وفاق المدارس السلفیہ) علامہ محمد حسین اکبر اور ایک طالب علم کی حیثیت سے میں بھی موجود تھا جب کہ مسیحی زعماء میں جناب بشپ الیگزینڈر جان ملک، بشپ منو (منور شا)، فادر جیمس (کیتھولک) وکٹر گورائیہ (پروٹسٹنٹ کونسل)، انتھونی اعجاز (بائبل سوسائٹی) شامل تھے۔

گفتگو بڑے احسن انداز اور دوستانہ ماحول میں ہوئی، کھلے دل اور کھلے ڈھلے لفظوں میں خوب باتیں ہوئیں۔ پاکستان کی موجودہ صورت حال، ملک دشمنوں کے حربوں، سازشوں اور ماحول کی پراگندگی کے احساس کے ساتھ ''ناموس رسالت اور توہین انبیاء قانون'' کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی اظہار خیال ہوا۔ مسلمان مسیحی مقدس ہستیوں سے اپنے تعلق خاطر اور عقیدت کا اظہار کر رہے تھے تو مسیحی زعماء مسلمانوں کی

مقدس ترین ہستیوں سے احترام و عقیدت کا اعلان کر رہے تھے۔ دونوں ہی کی جانب سے گستاخی و گستاخان سے برأت کا اظہار و اعلان ہو رہا تھا۔ مسیحی رہنماؤں کا کہنا تھا کہ ''کوئی مسیحی کسی مسلم بزرگ کی توہین کا سوچ بھی نہیں سکتا تو مسلمانوں کی سب سے مقدس ہستی کی گستاخی کا کس طرح تصور کر سکتا ہے! درحقیقت ذاتی رنجشوں اور مقامی جھگڑوں کو اس عظیم جرم کے پردے میں نپٹایا جاتا اور بے گناہوں کو رگیدا جاتا ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ''بے علمی عام ہے، لوگ عربی عبارات کو قرآن پاک سمجھ لیتے ہیں، دوسری طرف بے علمی کی وجہ سے کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کاغذوں پر لکھا کیا ہے۔ دونوں طرف سے جہالت اور جذباتیت کی وجہ سے بھی معاملات بگڑ جاتے ہیں اور لوگ عقیدت میں الزام علیہا کی کوئی بات بھی سننے کی بجائے، سب کچھ جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔'' اس لئے ''بے گناہوں'' کو بچانے کی خاطر اگر اس قانون پر نظرثانی کر لی جائے تو کیا ہرج ہے؟

مسلم زعماء کا کہنا تھا کہ کسی بھی قانون کا غلط استعمال، اس قانون کے خاتمے کا جواز نہیں بن سکتا۔ ضرورت ہے کہ جو قانون ہے اس کا صحیح استعمال کیا جائے۔ توہین رسالت کا قانون صرف ہمارے نبی پاکؐ کی ذاتِ گرامی ہی کی حد تک نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و ناموس کے حوالے سے ہے اور یہ قانون باقی نہ رکھا گیا تو کوئی بھی بدباطن اور گستاخ، کبھی بھی جسارت کر کے دلوں کو دکھ پہنچائے اور گستاخی و بدباطنی سے کروڑوں کلیجوں کو ہاتھ ڈال دے گا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذاتیں تو عقیدت و محبت کی آماجگاہیں اور مرکز و محور ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ادیان میں (خود مسیحی دین میں بھی) ایسے گستاخوں کی سزا، صرف سزائے موت ہے (مسیحی زعماء نے بھی اس بات سے اتفاق کیا)

مسلم اکابرین کی گفتگو پہلے کروائی گئی، انہی کے دوران مجھے بھی کچھ کہنے کا اذن ہوا، تو میں نے ''چھوٹا منہ بڑی بات'' کے مصداق مسلم اکابرین ہی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کیا کہ ''ہم مسلمان تو انبیاء کرام کی تصاویر تک کو ان کے تقدس و احترام کے منافی سمجھتے ہیں کہ اس طرح عام سوچ پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ عظیم و مقدس ہستی، اس طرح کی ہوگی یا اُس طرح کی ہوگی، جب کہ وہ تو کائنات میں سب سے افضل و اشرف اور کامل و اکمل ہیں۔ پچھلے سالوں فرانس کے بعض مسیحی لوگوں نے ''ڈاونچی کوڈ'' نامی فلم بنائی تو مسیحی حضرات سے کہیں زیادہ مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا تھا۔ ہماری تو خواہش ہے کہ کائنات کی مقدس ترین ہستیوں کے بارے میں برا سوچنے تک کی تمام راہوں کو مسدود اور سوچنے والے ذہنوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس نیک مقصد کی خاطر موت کیا اگر کوئی اس سے بھی سخت سزا ہو تو وہ بھی نافذ کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اس طرح کسی بھی دریدہ دھن کو گندا سوچنے، کسی مقدس ترین ہستی پر حرف اٹھانے اور کروڑوں لوگوں کی دل آزاری کا موقع ہی نہ مل پائے۔'' پھر میں نے مسیحی زعماء کو دیکھتے ہوئے عرض کیا: ''مجھے کامل احساس ہے کہ آپ کے جذبات بھی یہی ہوں گے۔ صرف آپ ''توہین انبیاء قانون'' کے غلط استعمال پر شکوہ کناں ہیں۔'' انہوں نے میری بات پر سر ہلایا تو میں نے کہا ''واقعتاً، ایسا ہی ہے، پاکستان میں مقامی رنجشوں اور جھگڑوں میں الجھے لوگوں نے اس قانون کو مخالفوں پر استعمال کیا، یہاں 78 فی صد مسلمانوں کے خلاف مقدمات درج ہوئے، بعض علمائے کرام تک کے خلاف محض فقہی اختلافات اور تفسیری اختلاف رائے کی وجہ سے مقدمات درج کرا دیئے گئے۔ اس لئے سزا کو بدلنے کی بات کرنے کی بجائے، اس قانون کے غلط استعمال کو روکنے پر زور دیا جائے۔ اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ

ہر تحصیل سطح پر یا ضلعی سطح پر تمام مکاتب فکر اور اقلیتوں کے سنجیدہ فکر لوگوں پر مشتمل کمیٹیاں ہوں جو اس طرح کے الزامات کی پرکھ کر کے مقدمہ درج کرنے یا نہ کرنے کی سفارش کریں اور پھر ایس پی سطح کا افسران مقدمات کی تفتیش کرے۔ اگر مدعی جھوٹا مقدمہ درج کرائے تو اس کو بھی کڑی سے کڑی سزا دی جائے تا کہ آئندہ کوئی اس طرح اس قانون کی آڑ میں اپنا ذاتی انتقام لینے کا سوچ بھی نہ سکے۔"

میری ان گزارشات کے بعد تقریباً تمام اکابرین اور پھر مسیحی زعماء نے یہی باتیں دہرائیں، مسیحی زعماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "ہم آپس میں یہی بات کرتے ہیں کہ "توہین انبیاء" کی سزا کو ختم کرنا ممکن نہیں، اس لئے اگر اس کے غلط استعمال کو روکا جاسکے تو بہت بڑی بات ہے۔"

بہر حال تمام مسلم و مسیحی اکابرین و زعماء اس بات پر متفق تھے کہ "پاکستان میں فضا کو بہتر و سازگار کرنے اور قائم رکھنے کے لئے اس طرح کی مجالس گاہے گاہے ہوتی رہنا چاہئیں۔ اسی طرح عوام کی ذہن سازی کی جائے کہ وہ کسی کی طرف سے "گستاخی" کا الزام سن کر فوراً مشتعل ہونے کی بجائے تحقیق کر لیا کریں اور معاملات اپنے اکابرین کی طرف کر دیا کریں، تا کہ گوجرانوالہ کے حافظ سجاد کی طرح کوئی بے گناہ اندھی جذباتیت کا نشانہ نہ بن جائے۔

اس "مجلس مکالمہ" میں دونوں طرف کے زعماء کرام نے اتفاق کیا کہ (1) توہین رسالت کا قانون اور سزا کو قائم رہنا چاہیے۔ (2) اس قانون کے غلط استعمال کو روکا جائے۔ (3) اندراج مقدمہ کے حوالے سے آئندہ مجلس میں اپنے اپنے قانونی ماہرین سے مل کر بہتر آراء و تجاویز سامنے لائی جائیں۔ (4) "مکالمہ بین المذاہب" کے اس بہتر عمل کو جاری رکھا جائے۔

مسلم و مسیحی اکابرین و زعماء کی اس مجلس کے اس بہترین اتفاق کے بعد حکومت کو چاہیے کہ وہ فوراً ''ناموس رسالت'' کے حوالے سے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار و اعلان کرے تا کہ مضطرب دلوں کو تسکین و اطمینان حاصل ہو۔ دیر کی صورت میں احتجاجی تحریک کوئی بھی صورت اختیار کر سکتی ہے؟ حکومت کی طرف سے جلدی اعلان کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ تمام مذہبی جماعتوں کی ''تحریک ناموس رسالت'' نے 31 دسمبر کے روز ملک گیر ہڑتال کا اعلان پر پورے ملک میں کامیاب ترین ہڑتال ہوئی، سو فیصد کامیاب ہڑتال نے بتا دیا کہ پاکستان کے تمام عوام اس مسئلے پر کتنے حساس ہیں۔ جذباتیت کو اشتعال میں بدلتے دیر نہیں لگتی، اس لئے جلد از جلد پانی ڈال دیا جائے تو بہتر ہے۔

……❀❀❀……

بینی ڈکٹ کو سبکدوش کرایا جائے

ستمبر 2006ء میں نو منتخب پوپ بینی ڈکٹ نے ایسا ناروا بیان دیا کہ اس پر عالم اسلام سراپا احتجاج ہو گیا اس پر جو کالم ہم نے ''روزنامہ پاکستان'' میں لکھا وہ کچھ یوں تھا۔۔۔!!!

بینی ڈکٹ جو کہ تاریخی المیہ کے طور پر پوپ کے دقیع منصب پر فائز ہے، نے رسول پاک ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر کے کروڑوں مسلمانوں کے زخمی دلوں پر نمک چھڑکا ہے۔ بینی ڈکٹ پوپ شازدھم کی اس ہرزہ سرائی سے ان لوگوں کے موقف کی تائید ہوتی ہے جو کہتے تھے کہ ''ڈنمارک (اور اس کے بعد مختلف یورپی ممالک) کے جرائد میں جو گستاخانہ خاکے شائع کیے گئے وہ باقاعدہ ایک سازش ہے اور اس کے پیچھے بعض کلیسائی ذمہ داران کا ہاتھ ہے'' بینی ڈکٹ کے پوپ بننے سے پہلے جو ''پاپا'' تھے وہ بین المذاہب ہم آہنگی کے علم بردار تھے اور انہوں نے مذاہب کے درمیان مکالمہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے خود بھی کئی اسلامی ممالک کا دورہ کیا تھا۔ بینی ڈکٹ نے رسول پاک ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر کے اپنے سے پہلے پوپ کی محنتوں اور نظریات پر پانی پھیرنے کی سعی کی ہے۔ ایک طرف وہ مسلمانوں کو

مکالمہ کی دعوت دے رہے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی سب سے محترم ہستی جس کے نام پر مرمٹنا ہر مسلمان کی دل کی آرزو اور ایک عظیم شرف ہے، پر گستاخانہ حملہ کر کے مسلمانوں کے دلوں پر چرکے لگا رہے ہیں۔

عیسائیت کی تعلیم ہے کہ ''اگر کوئی تجھ کو ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی آگے بڑھا دو''۔

مگر معلوم نہیں عیسائیت کے ایک مذہبی گروہ کے سب سے بڑے لیڈر (جو اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کا نائب اور قائم مقام سمجھتا ہے) نے ''عدم تشدد'' کی تعلیم سے عملی طور پر انحراف کر کے مسلمانوں کے دل پارہ پارہ کیوں کر دیئے ہیں؟ شاید اس لئے کہ موجودہ پوپ یعنی بنی ڈکٹ، بذات خود نازی ازم کے حامی اور باقاعدہ جرمنی کی فوج میں شامل رہے ہیں۔ اگرچہ بعد ازاں انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، مگر شاید ''شدت پسندی'' کے کچھ جراثیم ان میں کہیں چھپے رہ گئے تھے کہ جو یوں مسلمانوں کی عظیم ترین ہستی کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے پر اتر آئے ہیں۔

پورپ کے فقروں سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لیکن جواب میں وہ عیسائیوں کی محترم ترین ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کی طرح بلکہ بعض انداز سے ان سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کیلئے قابل احترام ہیں۔ یہ تو خود عیسائیوں میں سے بعض لوگ تھے جنہوں نے ''ڈنچی کوڈ'' جیسی سفلم بنا کر حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تھی اور یوں بھی مسلمانوں کا دل جلایا تھا۔ مسلمان، عیسائیوں کے تمام محترم بزرگوں کا احترام کرتے ہیں مگر بعض شخصیات کو جو بزعم خود مذہبی رہنما بنے ہیں ان کے کردار کے بارے میں تاریخی حقائق واضح کر سکتے ہیں (جو محض مخالفت نہیں تاریخی

حقائق کے طور بھی شائع ہو سکتے ہیں) نیز ہم اگر اپنے بعض مذہبی رہنماؤں پر تنقید کر گزرتے ہیں تو پھر عیسائی کتب سے عیسائی مذہبی رہنماؤں کے کردار سے بھی پردہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ خصوصا بنی ڈکٹ جیسے رہنماؤں کہ جن کی ذات سے امن کو نقصان پہنچتا اور انسانیت تار تار ہوتی ہو۔ ان کے احوال واضح کیے جا سکتے ہیں لیکن ہم ان کو اپنے معاشرہ میں موجود باہمی رواداری اور بین المذاہب بھائی چارگی کے پیش نظر چھپاتے ہی رہتے ہیں۔ آج بھی ہم محض اس لئے کہ کسی مسیحی بھائی کا دل نہ دکھے ان کو کھل کر لکھنے سے پرہیز کر رہے ہیں مگر یہ ضرور بتا دینا چاہتے ہیں کہ بنی ڈکٹ کے ہم مذہب، مذہبی رہنماؤں خصوصا ان کے ہم منصب بعض بزرگوں کے احوال ہم پر واضح ہیں اور ہم ان کے ہم مذہب مصنفین کی کتابوں سے انہیں نقل بھی کر سکتے ہیں۔ خصوصا یہ ضرور واضح کر سکتے ہیں کہ "پوپ" جیسے اہم ترین منصب پر فائز ہونے سے آدمی اپنے ہم مذہبوں میں "بزرگ ترین" تو کہلوا سکتا ہے مگر "معصوم عن الخطا" نہیں بن سکتا اور نہ ہی تاریخ کی نگاہوں سے چھپ سکتا ہے۔

ہم اگر کتب کھنگالیں تو ہمیں صاف دکھائی دیتا ہے کہ اعلیٰ ترین مناصب حاصل کر لینے والے بعض ان مذہبی رہنماؤں میں ہوس جاہ، عہدہ طلبی، دھوکہ دہی، رشوت ستانی، عیش پرستی، ہوس زر، دنیا طلبی اور اخلاقی باختگی کی "صفات" کس کس رنگ میں جلوہ گر تھیں تاریخ وار بھی لکھا جائے تو اس موضوع پر بسیط کتابیں لکھی جا سکتی ہیں (اور بازار میں ایسی کتب مل بھی جاتی ہیں) ہم یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں جو بہت اونچا مقام حاصل کر لے اس کی ہر بات ہی ایک دلیل یا حجت قرار پائے۔ بعض اوقات اونچے مقام والے بھی بڑی چھوٹی بات کہہ گزرتے ہیں اور بعض اوقات بہت ہی چھوٹی حرکت کر گزرتے ہیں۔

بینی ڈکٹ، پوپ کے عظیم منصب پر فائز ہیں مگر انہوں نے ایک ایسی حرکت کی ہے جو ان کے منصب سے لگا نہیں کھاتی۔ ان کی بات سے پوری دنیا کا امن و امان داؤ پر لگ گیا ہے۔ انہوں نے اپنے پیروکاروں کی بھی کوئی خدمت نہیں کی۔ ان کی ہرزہ سرائی سے مسلم ممالک اور مسلم علاقوں میں رہنے والے عیسائیوں کیلئے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ ہم مسلمان ایک پرامن دین کے ماننے والے ہیں ہم کسی کی غلطی کی سزا کسی اور کو نہیں دے سکتے لیکن ہم نبی پاک ﷺ کی شان پر کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم بینی ڈکٹ کو اس گستاخی پر مجرم سمجھتے ہیں اور عیسائی مذہب کے ذمہ داران پر واضح کرتے ہیں کہ بینی ڈکٹ پوپ کے عظیم منصب کے اہل نہیں۔ ان کو اس عظیم ترین عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے، جس طرح پہلے بھی بعض پوپ عہدے سے الگ کئے جا چکے ہیں۔ یا خود بینی ڈکٹ کو اس عظیم منصب سے الگ ہو جانا چاہئے (پہلے بھی ایک پوپ، بینی ڈکٹ نہم (1035) بھی منصب سے الگ ہوئے تھے۔

(روزنامہ پاکستان۔ 16 ستمبر 2006)

☆……☆……☆

پاپائیت؟؟؟

''پاپا'' یا ''پوپ'' روم کے بڑے پادری (Arch-Bishop of Rome) یعنی کیتھولک عیسائیوں کے سربراہ کو کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں کی تحریک اصلاح کلیسا سے پہلے وہی تقریبا ساری عیسائی دنیا کا دینی و دنیاوی سربراہ ہوتا تھا۔ مگر تحریک اصلاح کے بعد وہ صرف کیتھولک عیسائیوں کا سربراہ رہ گیا، کیتھولک اب بھی باقی عیسائیوں فرقوں سے زیادہ تعداد میں ہیں۔ ''پوپ'' کے بعد کارڈینل بشپ (اسقف اعظم) کا عہدہ ہوتا ہے جسے مختصرا کارڈینل کہہ دیا جاتا ہے۔ کارڈینلوں کا تقرر پوپ کرتا ہے، بشپ ایک مخصوص علاقہ (Diocese) کے بڑے پادری کو کہا جاتا ہے جس کے ماتحت بہت چھوٹے پادری (priest) ہوتے ہیں جبکہ متعدد بشپوں کا نگران آرچ بشپ کہلاتا ہے۔

عیسائی مذہب میں رہنماؤں کی تقسیم شروع سے بالکل نہیں تھی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے رسولوں (حواریوں) کے دور کے بعد بھی یہ صورت نہ تھی کہ کوئی ایک شخص عیسائیوں کا مسلمہ مرکزی رہنما ہو، البتہ بعض نمایاں مراکز کے بڑے پادری یا اسقف یعنی بشپ اپنے اپنے علاقہ میں اثر و رسوخ کے مالک تھے، قسطنطین کے عیسائیت قبول کرنے کے بعد کا ''شاہی نظریہ'' (Imperial Theory) وجود میں آیا۔ یعنی رومی بادشاہ کو عملاً عیسائیت کا مرکزی رہنما (Head of the Church) تسلیم کر لیا گیا۔ جس کے تحت روم، قسطنطنیہ، سکندریہ، انطاکیہ اور یروشلم کے بڑے پادری کم و بیش یکساں اہمیت کے حامل بزرگ (Patriarchs) سمجھے جاتے تھے، رفتہ رفتہ ان میں رومی کلیسا اور اس کے سربراہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہونے لگی، اس میں بعض تاریخی واقعات و حوادث مثلاً پہلے روم کا دارالحکومت ہونا، پھر قسطنطنیہ کے دارالحکومت بننے کے بعد رومی کلیسا کے سربراہ کا شاہی اثر سے ہمہ وقتی آزاد ہو کر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جانا، کلیسائے روم کے بعض دعاوی مثلاً پطرس حواری بزرگ کے متعلق دعویٰ کہ وہ اس کلیسا کا بانی ہے (حالانکہ پطرس بزرگ کا روم پہنچنا تاریخی طور پر قابل بحث ہے) اور بعض دیگر مشکوک عوامل کا عمل دخل ہے۔ کارڈینل ابتداء میں کسی بھی عام پادری اور بالخصوص روم کے پادری کو کہا جاتا تھا۔ آٹھویں صدی کے قریب جب کہ پاپاؤں کا اقتدار و اختیار وسیع ہو گیا اور انہیں خصوصی معاونین کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے کارڈینل بشپ یا اسقف اعظم کا ایک عہدہ وضع کیا۔ کارڈینل بشپ یا کارڈینل عموماً پاپائیت کے مرکزی مقام وطیقان یا ویٹی کن (Vatican) یا روم میں رہتے ہیں۔ وہ انتظامی اور کلیسیائی امور میں پوپ کی معاونت کرتے ہیں، نئے پوپ کا انتخاب بھی انہی کے ذمہ

اور انہی میں سے ہوتا ہے، مسیحی عقائد کی دنیا میں اگر ''پوپ'' کو ''رسولوں'' یعنی حضرت مسیح کے حواریوں کے جانشین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ستر بزرگوں (Seventy Elders) کا مقام دیا گیا ہے (مگر ان کے کردار اور عمل کی جو تصویر تاریخ کے آئینہ میں نظر آتی ہے وہ کسی طرح بھی اس بلند ترین مقام و منصب کی شایان شان دکھائی نہیں دیتی۔

رومی کلیسا کے کارپردازوں نے سلطنت روما کے زوال کے بعد اولین مسیحی بادشاہ قسطنطین سے منسوب ہو کر ایک دستاویز تیار کی جسے ''عطائے قسطنطین (Donatin of constantine) کہا جاتا ہے۔ اس کی رو سے بادشاہ نے مبینہ طور پر اسقف روم کو اپنے تمام یورپی مقبوضات کا دینی و دنیاوی سربراہ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دستاویز منظر عام پر آئی جو ''ای زی ڈور کے جعلی فتاویٰ (False decretals of isidore) کہلاتی ہے۔ ساتویں صدی کے قدیس اسے ڈور سے منسوب اس مجموعہ میں روم کے قدیم مذہبی رہنماؤں اور کونسلوں کے فیصلے، فتاویٰ اور خطوط شامل ہیں۔ (جن میں سے اکثر جعلی ہیں) ان میں پادریوں کو دنیاوی حکمرانوں اور ان کی عدالتوں سے اور ہر قسم کے مواخذہ سے بالاتر قرار دیا گیا ہے اور رومی اساقفہ (کارڈینلوں) کو بالخصوص اعلیٰ ترین اختیارات سے نوازا گیا ہے۔

(ان دستاویزات کو صدیوں تک اصلی تصور کیا گیا اور انہوں نے رومی کلیسا کے سربراہوں کے وقار و اقتدار میں بے پناہ اضافہ کیا، مدت دراز کے بعد محققین (عیسائی محققین) کو جرات ہوئی اور انہوں نے دستاویزات کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا۔ بعض نے تو ہمت کر کے ان کو جعلی قرار دے دیا اور اس ضمن میں دلائل کا انبار لگا دیا۔ مثلاً کہا کہ ان دستایزات میں مشتمل

لاطینی زبان آٹھویں اور نویں صدی کی مروج زبان ہے جبکہ یہ دستاویزات دوسری اور چوتھی صدی تک کے فرامین وفتاوی پر مشتمل ظاہر کی جاتی ہیں اسی طرح ان دستاویزات میں بائبل کے حوالے مشہور لاطینی ترجمہ ''ولگیٹ'' سے لئے گئے ہیں اور ''ولگی ٹ'' 400ء سے پہلے تیار نہیں ہوا تھا۔ نیز ان میں شامل بعض خطوط دوسری صدی کی شخصیات کی طرف سے ایسی شخصیات کو لکھے گئے ہیں جو چوتھی یا پانچویں صدی سے تعلق رکھتی ہیں (The story of the christian church-p,109)

صدیوں تک یہی دستاویزات رومی کلیسا کی قوت وطاقت کی بنیاد رہیں انہی کی وجہ سے اساقفہ نے اپنے لئے پاپا یا پوپ (یعنی اب یا باپ) کا لقب اختیار کیا، پہلے یہ لقب ہر اسقف کیلئے مروج تھا اور مشرقی کلیسا میں اب بھی ایسا ہی ہے۔ ابتداء میں قسطنطنیہ کا کلیسائی سربراہ خود کو رومی سربراہ کے مساوی جانتے تھے چنانچہ 451ء میں خلقیدون (Chalcedon) کی کونسل میں اس پر اتفاق ہوا۔ مگر رومیوں نے پوپ لیو، اول کی زیر ہدایت اس کونسل کی کاروائی فرانس بھیجی تو اس میں ظاہر کیا کہ یونانی (قسطنطینہ) کے اساقفہ نے رومی سربراہ کو عالمی کلیسا کا سربراہ تسلیم کرلیا ہے اس کے علاوہ پوپ سٹیفن سوم (752ء) نے فرانسیسی بادشاہ پپن (Papen) اور اس کے بیٹے شارلیمان نے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد لینے اور وسیع قطعات اراضی حاصل کرنے کے لئے مزید دستاویزات کا سہارا لیا، ایک ایسا خط بھی بھیجا کہ جس کے بارے میں لکھا گیا کہ ''یہ خط پطرس بزرگ نے جنت سے بادشاہ کے نام لکھا ہے'' اور یوں پوپ سٹیفن نے 3 2 اطالوی شہروں اور ان کے ملحقہ دیہات کا کنٹرول حاصل کرلیا۔

پہلے پوپ کو پطرس بزرگ کا جانشین کہا جاتا تھا، پھر نائب المسیح قرار دیا گیا، اپنے بے پایاں مادی و روحانی غلبہ و اقتدار کے بل بوتے پر طاقتور پاپاؤں نے بادشاہوں پر بھی حکومت کی۔ پوپ گریگوری ہفتم (1073ء نے جرمن بادشاہ چہارم کو سرتابی پر معزول کردیا حتی کہ بادشاہ نے عام لباس میں ننگے پاؤں تین دن تک پوپ کے قلعہ کے باہر عاجزانہ کھڑے رہنے اور معافی مانگنے پر بحالی حاصل کی۔ اسی طرح انگلستان کے شاہ جان نے پوپ انوسنٹ سوم (1198ء) سے اختلاف کی جرات کی تو پوپ نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنا تاج پوپ کے نمائندے کے حوالے کردے۔ اس نے بھی معافی مانگ کر دوبارہ تاج بحال کیا تھا اسی پوپ نے عہدہ سنبھالنے کے بعد اپنے افتتاحی خطاب میں کہا تھا:

”مقدس پطرس کے جانشین (پوپ) کا مقام خدا اور انسان کے درمیان ہے، یعنی خدا سے نیچے اور آدمی سے اوپر، سب کا حاکم ہے، مگر اس پر کوئی حاکم نہیں“۔

(Oxford diction of the church-PP223-226)

اس طاقت ور عہدہ کے حصول کے لئے بعض شخصیات نے عجیب وغریب حربے بھی استعمال کئے (بوجوہ ہم نہیں لکھ رہے) متعدد پاپاؤں کے انتخابات کے نتائج کو تسلیم بھی نہ کیا گیا، اینٹی پوپ (Anti-Pope) یا مخالف پوپ کی اصطلاح پوپ کے متنازعہ انتخابات کے باعث ہی وجود میں آئی، جو پوپ بعض لوگوں کی حمایت سے پوپ بنتا اور پھر معزول ہوجاتا یا کردیا جاتا اسے اینٹی پوپ کہا جاتا۔ تیسری لیٹیرن کونسل (Leteran Council)(1179ء) سے پہلے کی صدی میں ایسے اینٹی پوپ بھی گزرے ہیں جو پانچ دس سال نہیں بلکہ نصف صدی برسر اقتدار رہ کر بھی معزول ہوئے ہیں۔

پوپ بینی ڈکٹ کے انتخابات کے وقت بھی معاملہ کئی دن تک لٹکا رہا تھا، ایک سیاہ فام کارڈینل، پوپ کے عہدہ کے لئے فیورٹ کہ جا رہے تھے، مگر کئی روز کے بعد بینی ڈکٹ کا اعلان ہو گیا۔ کیا معلوم کل کو بینی ڈکٹ بھی ''اینٹی پوپ'' کہلائیں۔

(روزنامہ پاکستان۔ ۷ستمبر۲۰۰٦)

☆……☆……☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بننے والی فلم

''گستاخانِ یورپ'' نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ڈین براؤن کے نام پر مبنی فلم ''ڈاوِنچی کوڈ'' بنا کر ایک اور نازیبا و ناروا حرکت کر چھوڑی ہے۔ اس فلم میں خلاف حقیقت ایک مقدس رول کے بارے میں ''نازک ترین اور ازدواجی زندگی'' کے موضوع کو فلمایا گیا ہے۔

پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس کے بارے میں (عیسائی مذہبی رہنماؤں) کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ عیسائی دنیا تو صرف فلم کی خلاف حقیقت کہانی کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ جبکہ مسلمان، تو کسی پاک نبی کی تصویر کشی اور فلم بندی کو بھی توہین اور گستاخی تصور کرتے ہیں۔ ''گستاخان یورپ'' نے کائنات کی مقدس ترین ہستیوں کو اپنی مالی منفعت کا سامان بنا کر ان کو ''رنگ و روپ کی دنیا'' میں گھسیڑ نے کی جسارت شروع کر رکھی ہے اب تک کئی فلمیں اور ڈرامے ان مقدس ترین ہستیوں کے حوالے سے فلم بند ہو چکے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ''کائنات میں ان مقدس ترین ہستیوں کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا نہ ہی کوئی اداکار ان کی پاکیزگی، ملاحت اور حسن کی نقالی کر سکتا ہے''۔

اس وقت اس فلم کی کہانی کے حوالے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک و مقدس زندگی پر بحث کی جارہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور تعلیمات کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور فلمایا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے بارے میں معلومات کیلئے قابل اعتماد مواد موجود نہیں اس لئے ''انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا'' کے مقالہ ''یسوع مسیح'' (Jesus Christ) میں لکھا ہے کہ ''صاف اور درست بات یہ کہ حیات مسیح پر لکھنے کی کوشش ترک کر دی جائے اس کے لئے مواد یقیناً موجود نہیں''۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ان کی زندگی کے ان دنوں کی تعداد 50 سے زیادہ نہیں جن کے متعلق ہمارے پاس کچھ ریکارڈ موجود ہے انسائیکلوپیڈیا اویم 17,16,13 پر اصل عبارت کچھ یوں ہے۔

Any attemt to write a "Life of Jessus" should be frankly abandoned the material for it certainly does not exist it has been calculated that the total number of days in his life regarding which we have any record does not exceed 50"

ماضی قریب کے ایک معروف انگلستانی مسیحی مبلغ ڈین انجی (Dean Inge) اپنی کتاب Chirstian Ethic and Modern Problems میں لکھتا ہے کہ ''مسیح کی کوئی حقیقی سوانح عمری کبھی نہیں لکھی گئی''۔ (No real biographof jesus can ever be written)۔ بہر حال مسیحی نظریات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے بنیادی مواد مروجہ بائبل کے نئے عہد نامہ (New Testament) سے ملتا ہے جو اناجیل اربعہ (متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، یوحنا کی انجیل اور لوقا کی انجیل) رسولوں کے اعمال، عیسائی رسولوں اور ان کے ساتھیوں کے تبلیغی خطوط اور کتاب مکاشفہ پر مشتمل ہے کچھ مواد

اس کے ''غیر مصدقہ اور غیر مبہم'' مسیحی ادب اور معاصر مورخین کے ہاں بھی ملتا ہے۔ مگر وہ عیسائیوں کے ہاں بھی بہت کم قابل اعتماد ہے۔ (دیکھئے قاموس الکتاب مطبوعہ لاہور: 1138)۔ قرآن مجید نے کئی جگہ خصوصا سورۃ آل عمران، المائدہ اور سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش ان کے معجزات تبلیغ کا ذکر کیا ہے۔ مسیح کے بچپن اور جوانی کے دور کے متعلق اناجیل اربعہ یا دیگر ذرائع سے جو معلومات ملتی ہیں وہ بہت ہی کم ہیں لوقا کی انجیل سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد مریم علیہ السلام کے ''پاک ہونے کے دن پورے ہو گئے'' تو وہ انہیں یروشلم لے کر گئے جہاں انہوں نے علماء اور اساتذہ میں بیٹھ کر ''ان کی سنی! اور ان سے سوال کئے (لوقا: 2-42,41) ''لوقا'' ہی نے حضرت مسیح کی بارہ سے تقریبا تین سال تک کی عمر کا حال بیان کرنے کی بجائے اس ایک جملہ پر اکتفا کیا کہ ''اور یہ یسوع حکومت اور قد وقامت میں اور خدا اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا'' (لوقا: 2-52) پھر حضرت یحییٰ (لوقا انجیل میں یوحنا اصطباغی یعنی یوحنا بپتسمہ دینے والا (john the Beptist) کہا جاتا ہے) نے قیصر تبریس (Tiberais) کے عہد میں جب پنطیس پیلاطیس یہودیہ کا اور ہیرودیس گلیل کا حاکم تھا تبلیغ اور توبہ کا بپتسمہ دینا شروع کیا مسیح نے 30 سال کی عمر میں ان سے بپتسمہ لیا اور تعلیم وتبلیغ شروع کی اور بقول ''لوقا'' اس وقت مسیح پر روح القدس کا جسمانی طور پر ایک کبوتر کی شکل میں نزول ہوا''۔ (لوقا: 3-21,21) بپتسمہ اور ''روح القدس کے نزول'' کے بعد مسیح نے چالیس دن تک جسمانی اور روحانی ریاضت کی اور بیابان کی تنہائی میں شیطان نے انہیں آزمایا اگر آزمائش میں آپ ثابت قدم اور خداوند کے وفادار رہے (لوقا: 13-1-4)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے معجزات کے ظہور سے عوام میں مقبول ہونے لگے تو یہودی مذہبی رہنما ان کے مخالف ہو گئے اور قتل کے مشورے کرنے لگے۔ (یوحنا

: 11:47,47-53) یہودی رہنما ان کے درپے آزار ہوئے انہوں نے ان کے ایک شاگرد ''یہودا اسکریوتی'' کو 30 روپے دیئے چنانچہ اس غدار شاگرد نے یہودی رہنماؤں کے فرستادوں اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر انہیں گرفتار کرادیا'' (لوقا: 22، 54)۔ غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی مبارکہ کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ عیسائی فرقوں نے اپنی اپنی ''خوش عقیدگی'' کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور حالات کو تخیلاتی رنگ دینا شروع کردیا بعدازاں جب آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ پر فلمیں اور ڈرامے بننے لگے تو ''ضرورت فلمی'' کے تحت آپ کی زندگی کے نت نئے رخ واضح کیے جانے لگے۔ ہر ایک قلم کار نے اپنے اپنے تخیل کے مطابق آپ کی شخصیت تراشنی شروع کردی اور یوں بات موجودہ اور زیر بحث فلم تک آ پہنچی ہے اس سے قبل ''گستاخان یورپ'' مقدس مریم کی زندگی پر ایسی فلمیں بھی بنا چکے ہیں کہ جن میں فلمائے گئے بعض مناظر اتنے نازیبا ہیں کہ جن کا خیال اور ذکر بھی توہین اور واضح گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔ ہم بحیثیت مسلمان ڈین برائن کے ناول اور اس پر مبنی مذموم فلم ''ڈاونچی کوڈ'' کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس طرح ''میری میگڈلین'' نامی خاتون کے ساتھ ''ملوث'' کرنے کی جسارت کی گئی اس کی بہ ہر حال تردید و مذمت کرتے ہیں۔

(روزنامہ ''پاکستان'' ۲۱ مئی ۲۰۰۶)

☆……☆……☆

شیطان کے پجاری

امریکہ و یورپ میں ان دنوں نوجوان نسل ''شیطان کی پوجا'' کی طرف راغب ہو رہی ہے۔ آئے روز شیطان کے پجاریوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے گذشتہ دنوں سعودی عرب کے اخبار ''عکاظ'' میں اس حوالے سے ایک رپورٹ شائع ہوئی۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

''شیطان کی پوجا'' کی اس تحریک کا بانی امریکی شہری انٹون سیزنڈر لیوے (Anton Szander Lavey) ہے۔ جو نسلی طور پر یہودی تھا اس نے سب سے پہلے اپریل 1966ء میں سان فرنسکو میں ''شیطانی عبادت گاہ'' (Charch of Satan) کی بنیاد رکھی۔ انٹون سیزنڈر لیوے نے، شیطان کی پوجا کی دعوت دینے میں بہت متحرک ہے۔ اب اس کی دعوت یورپ آسٹریلیا کے راستے مشرقی وسطی تک پہنچ چکی ہے۔ مشرق وسطی میں شیطان کے پجاریوں کی تحریک پہنچانے کا ذریعہ ''ہپیز'' (یعنی ہپی) ہیں جو کہ ''راک'' میوزک سے استفادہ کرتے ہیں۔

جرمنی کا علاقہ ''بروا کن با بک'' شیطان کے پجاریوں کے نزدیک اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں ''ہیرٹس کی پہاڑیاں'' ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں ان کے روحانی پیشوا ''ڈاکٹر فاؤسٹ'' اور شیطان کے درمیان معاہدہ ہوا تھا ہیرٹس کی یہ پہاڑیاں شیطان کے پجاریوں کے نزدیک مقدس ترین ہیں۔ یہاں ہر سال مئی اور اگست کے مہینے میں دو تقریبات منعقد ہوتی ہیں ان میں دنیا بھر سے شیطان کے پجاری شرکت کرتے ہیں۔ اور اخلاق و مذہب کے خلاف حرکات کرتے ہیں۔ جرمنی کی حکومت ان کو مکمل ''مذہبی آزادی'' دیتی ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں جرمن حکومت کو اطلاعات ملی تھیں کہ یہ معصوم بچوں کو ذبح کر کے ان کا خون پیتے اور چہروں پر ملتے ہیں۔ نیز منشیات کا بے دریغ استعمال کرتے اور گھناؤنے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں (ظاہری بات ہے انہوں نے مذہب و اخلاق کے خلاف حرکات ہی سے تو شیطان کو خوش کرنا ہوتا ہے) اب جرمنی کی حکومت انہیں وہاں سے نکالنے کا سوچ رہی ہے۔

امریکہ کی تحقیقی ایجنسیوں کی رپورٹوں سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ شیطان کے پجاری دنیا کے مختلف ممالک میں پچاس ہزار کی تعداد میں ہیں اور سب سے زیادہ امریکہ میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد میں اضافے کا باعث ''انٹون سینڈر لیوے'' ہے جس نے 1966ء میں ''چرچ آف شیطان'' کی بنیاد رکھی تھی، تاکہ شیطان کی پوجا کیلئے ایک مقام ہو اور یہ دنیا سے معدوم نہ ہو جائے۔ ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات جانی ہوں تو ان کی ویب سائٹ کو انٹرنیٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کی ویب سائٹ www.church of satan.org ہے۔

انٹون سینڈر لیوے نے سان فرانسسکو میں ہزاروں کی تعداد میں نوجوانوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا ہے۔ امریکہ کے ''کرسچین ریسرچ انسٹیوٹ'' نے 1990 میں

رپورٹ جاری کی تھی کہ دس برس کے عرصہ میں شیطان کے پجاریوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ ''چرچ آف شیطان'' میں داخلہ کی فیس صرف ایک ڈالر ہے اور شناختی کوڈ ''بلیور'' (beleiver) یعنی ''مومن'' ہے۔ چرچ کے ذمہ داران ہدایت جاری کرتے ہیں کہ جو فرد ان کے ساتھ الحاق نہ کرنا چاہے وہ پہلے ہی بتا دے اور جو عمل کرنا چاہے وہ اس وقت تک عمل نہ کرے جب تک وہ اس کی تفصیلات ''شیطان کی انجیل'' نامی ان کی کتاب سے بخوبی واقفیت حاصل نہ کر لے۔ (کم بختوں نے مقدس کتاب کے تقدس کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور اپنی کتاب کا نام ایسا رکھا نعوذ باللہ) ان کا کہنا ہے کہ ''ہمارا مذہب سب کیلئے نہیں صرف ان کے لئے جو اس میں دلچسپی رکھتے ہیں''

شیطان کے پجاریوں کا (اس تحریک میں) سب سے بڑا معاون امریکی شہری ''رائے کرول'' ہے جو مشہور عالم میکڈونلڈر کا ملک ہے اور جو ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں اعلانیہ ''شیطانی چرچ'' کے ساتھ اپنے تعاون اور تعلق کا اظہار کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ڈاکٹروں، وکیلوں اور پولیس کے بعض افسروں نے چرچ آف شیطان کو یقین دلایا ہے کہ ان کی رسومات میں کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔ ایلن دے یونیورسٹی کی پروفیسر ''الزبتھ بیریٹ'' نے اس پر تحقیق کی ہے کہ، اس کا کہنا ہے کہ ''شیطان کی پوجا، بت پرستی کی ایک شاخ ہے۔ جس کی تمام سرگرمیاں قانون کے صریح خلاف ہیں۔ یہ لوگ منشیات کے استعمال، شراب نوشی، مردار خوری، ہم جنس پرستی، جھوٹ، چوری، قتل و غارت گری اور دیگر جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس کو عبادت کا حصہ تصور کرتے ہیں۔''

الزبتھ بیریٹ کا کہنا ہے کہ ''شیطان کی پوجا یورپ میں تیرھویں صدی عیسوی میں ظاہر ہوئی، جب اس کے اراکین نے جادو ٹونے کا کام شروع کیا اور اس پوجا کے

سدباب کیلئے یورپ کے چرچوں نے جادوگروں اور شیطان کے پجاریوں کو زندہ جلا دینے کی سزا تجویز کی۔ (گذشتہ دنوں امریکی پولیس نے کئی شیطان کے پجاریوں کو عین اس وقت گرفتار کیا جب وہ ایک ہسپتال سے خون کی ایک بڑی مقدار چوری کر رہے تھے)۔

شیطان کے یہ پجاری صرف امریکہ اور یورپ میں ہی نہیں ہمارے ہاں بھی موجود ہیں، ہمارے ہاں جگہ جگہ جادو ٹونے کرنے والے جو دکھائی دیتے ہیں یہ شیطان کے ہی پجاری ہیں ان میں سے کئی جو تعویزات جاری کرتے ہیں ان پر صاف لکھا ہوتا ہے ''یا ابلیس، یا قارون، یا ھامان وغیرہ'' اور جو عملیات یہ بتاتے ہیں وہ بھی انسانیت کی تذلیل لاشوں کی بے حرمتی، قبرستان کے تقدس کی پامالی اور معصوم بچوں کے خون جیسے گھناؤنے معاملات سے متعلق ہوتے ہیں ابھی تین روز قبل ایک عامل پکڑا گیا ہے جو معصوم بچوں کی قبروں سے ان کے جسموں کے بعض ٹکڑے نکلوا کر جادو ٹونے میں استعمال کرتا تھا۔

☆… ☆……☆

ملعون سلمان رشدی اور دیگر بھارتی گستاخ

ہنود و یہود کی اسلام دشمن سازش کا ایک شاخسانہ چند سال پہلے شیطان رشدی کی صورت میں سامنے آیا تھا۔ شیطان رشدی نے بدنام زمانہ کتاب ''شیطانی آیات'' لکھی جس میں اسلام اور رسول مقدس ﷺ کے خلاف اخلاق سوز اور گھٹیا ترین زبان استعمال کی۔ اس کتاب کی علمی و ادبی حیثیت بھی کچھ نہ تھی، صرف اسلام دشمن سازش کے طور پر لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے طبع ہوتے ہی دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ وہ مسلمان جن کیلئے اس مادی دور میں بھی آقائے نامدار ﷺ کے نام پر مرنا ایک سعادت ہے سڑکوں پر نکل آئے۔ پاکستان میں گلی کوچے احتجاج کی صداؤں سے گونجنے لگے۔ اسلام آباد میں سیاسی و مذہبی رہنماؤں کی قیادت میں ایک احتجاجی جلوس امریکی سفارت خانے میں احتجاج ریکارڈ کروانے کے لئے بڑھا تو روکنے والے اداروں نے جلوس پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں کئی مسلمان ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہو گئے۔ دنیا بھر کے مسلمان، شیطان رشدی کو جہنم واصل کرنے کے لئے دیوانے ہو رہے تھے۔ ایران کے مذہبی رہنما علامہ آیت اللہ خمینی نے نہ صرف اس کے قتل کا فتویٰ دیا بلکہ ہلاک کرنے والے کے لئے پچاس لاکھ ڈالر کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے بعد یہود و ہنود اور نصاریٰ نے انسانی حقوق کے اپنے معانی کے مطابق

شیطان رشدی کو تحفظ دینا شروع کر دیا۔ شیطان رشدی اپنے آقاؤں کی گود میں منہ چھپائے رہا۔ اس کی بدنامی خوف و ہراس کی چادر تانے اس پر مسلط تھی اگرچہ موجودہ حکومت ایران نے فتویٰ واپس لے لیا ہے، تاہم شیطان رشدی اب بھی چھپتا پھر رہا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ حکومتوں کے فتوے واپس لینے سے اس کی جان نہیں بچ سکتی۔ آج بھی ہر مسلمان غازی عبدالرشید اور غازی علم الدین بننے کے لئے بے قرار ہے۔

شیطان رشدی، بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش کے شہر سولن کا رہنے والا ہے جہاں اس کی رہائش گاہ کا نام ''انیس ولا'' ہے۔ یہود و ہنود کی ملی بھگت اور اسلام دشمن عناصر کے مہرے کے طور پر اس نے ''شیطانی آیات'' لکھی تھی۔ جس کو ایک یہودی پبلشر نے شائع کیا تھا۔ شیطان رشدی کے قتل کے فتوؤں کے بعد یہودی این جی اوز نے ہی سب سے زیادہ رشدی کے حق میں شور مچایا اور انہی کی وجہ سے ہی اس کی سخت حفاظت کا انتظام کیا گیا تھا۔

اس وقت جبکہ دنیا بھر کے مسلمان شیطان رشدی کی تلاش میں تھے اور وہ مسلسل اپنے خفیہ ٹھکانے تبدیل کرتا پھر رہا تھا، بھارت کے ہندو اور امریکہ و برطانیہ کے یہودی اس کا خرچہ اٹھا رہے تھے۔ بھارت میں متعصب ہندو (جو کہ مسلمانوں کی بستیاں کی بستیاں جلا ڈالتے ہیں) رشدی کی جائیداد کے محافظ بن گئے اور جب ایران نے فتویٰ واپس لیا تو نومبر ۱۹۹۷ء میں شیطان رشدی نے بھاجپا سرکار کے دور میں بھارت میں قدم رکھا تو آبائی گھر ''انیس ولا'' شیطان رشدی اور اس کے بیٹے ظفر کیلئے کھول دیا گیا۔

اگرچہ شیطان رشدی کو بھارتی سرکار کا پورا پروٹوکول حاصل تھا۔ پھر بھی وہ عشاق رسول کے خوف سے چھپ چھپا کر اپنے گھر اور شہر میں داخل ہوا۔ سولن شہر کے

ہمانی ریسٹوران میں کھانا کھاتے ہوئے کچھ لوگوں نے اس کو پہچان لیا تو وہ اپنے بھارتی مختار عام وجے شنکرٹی داس سمیت بھاگ اٹھا۔ اس کے بعد انیس ولا کے چوکیدار گوندواس کی شامت آ گئی۔ وہ لوگوں سے کہتا رہا کہ یہاں کوئی نہیں رہتا، کوئی نہیں آیا۔ پھر بھی لوگوں نے اس کی پٹائی کر دی۔ شیطان رشدی تھوڑی دیر کے لئے شملہ بھی گیا۔ وہاں اس نے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ایڈوانسڈ اسٹیڈیز میں جانے کی کوشش کی لیکن پہچان لئے جانے پر وہاں سے بھی بھاگ اٹھا۔ برطانیہ سے آج کل وہ نیویارک میں منتقل ہو چکا ہے اور اس کی یہ منتقلی اپنی اولاد سے بھی کم عمر نئی محبوبہ کیلئے ہے۔ جو امریکہ میں رہتی ہے۔

بھارت کے متعصب ہندو شیطان رشدی کے سرپرست ہیں۔ موجودہ بھارتی سرکار (2002) بھاجپا سیکولر کہلانے والے بھارت کے ریاستی اختیارات کو اسلام اور مسلم دشمنی کیلئے خوب استعمال کر رہی ہے۔ شیطان رشدی کی طرح گستاخ رسول تسلیمہ نسرین بھی ''سنگھ پریوار'' یعنی متعصب ہندوؤں کی منظور نظر بنی ہوئی ہے۔ بنگلہ دیشی ہونے کے باوجود اس کا زیادہ وقت بھارت میں گزرتا ہے۔ جب تسلیمہ نسرین کے خلاف بنگلہ دیش اور بھارت میں احتجاجی مظاہرے ہو رہے تھے تو ممبئی میں ہندوؤں نے اس کا شاندار استقبال کیا تھا۔ شیطان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی سرپرستی دراصل اسلام دشمنی اور مسلمانوں کی دل آزاری کی اس سلسلے کی کڑی ہے جو برصغیر میں انگریز کے دور میں شروع ہوا تھا۔ یہ سلسلہ متعصب ہندو لکھاری بنکم چندر چیٹر جی کے ناول ''آنند مٹھ'' سے شروع ہوا، جو مسلم حکومتوں کے خلاف سادھوؤں کی بغاوت کے پس منظر میں لکھا گیا تھا۔ اس ناول کا ترانہ بندے ماترم ہے جو سنگھ پریوار زبردستی پورے بھارت پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اس ناول (آنند مٹھ) میں اسلام اور

مسلمانوں کے خلاف بہت سے دل آزار اور اہانت آمیز فقرے تھے۔ اس کے بعد ''ستیارتھ پرکاش'' نامی کتاب لکھی گئی۔ (اس کتاب کا جواب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے حق پرکاش کے نام سے دیا تھا۔ ایک اور کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھی گئی (اس کا جواب بھی مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ''مقدس رسول'' کے نام سے دیا تھا) اور اس کے پبلشر کو غازی علم دین نے جہنم واصل کیا تھا۔ مسلمانوں کے لیڈر علی برادران نے رواداری کا ثبوت دینے کے لئے ''شردھانند'' کو جامع مسجد میں خطاب کا موقع دیا مگر اس نے شدھی سنگھٹن نامی خطرناک اور مسلم کش تحریک شروع کر دی۔

ایک اور ہندو چاندمل چوپڑا نامی نے بھارتی عدالتوں میں قرآن پر پابندی عائد کرنے کی درخواستیں دائر کیں۔ بھارتی ہندو تنظیم جن سنگھ کی طرف سے ممبر پارلیمنٹ بابوراے پٹیل (جو فلمی رسالہ ''فلم انڈیا'' نکالا کرتے تھے) نے ''مدر انڈیا'' کے نام سے ماہوار رسالہ شروع کیا جس کے ہر شمارہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز مواد شائع کیا جاتا تھا۔ اس کے ایک مضمون نگار پی این اوک تھے جو تاج محل لال قلعہ جامع مسجد وغیرہ کو مسلمانوں کی بجائے ہندو تعمیرات ثابت کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا۔ بھارت میں ایک صحافی تنظیم ''ہندو وادی'' بنی ہوئی ہے جو بھاجپا کے دور میں خوب پھیلی ہے اور بتدریج صحافت پر حاوی ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے ارکان کا ''فرض اولین'' ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کیخلاف مضامین لکھے اور مقدس ترین ہستیوں تک کو معاف نہ کرے۔

ایک دور میں بھارتی ''جن سنگھ'' نے روزنامہ ''مدر لینڈ'' جاری کیا تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جے پرکاش نرائن کی قیادت میں جنتا پارٹی کی حکومت بنی تو جن سنگھ سے تعلق رکھنے والے اٹل بہاری واجپائی، وزیر خارجہ لال کرشن ایڈوانی وزیر اطلاعات بنے۔ اس وقت

انہوں نے ذرائع ابلاغ میں جن سنگھی ذہنیت کے لوگوں کو داخل کرنا شروع کر دیا اور بھاجپا کے دور میں میڈیا پر متعصب ہندو چھا گئے۔ اب بھارت میں ''مدر لینڈ'' جیسے کئی اخبار اور رسالے شائع ہو رہے ہیں جو اسلام و مسلم دشمنی سے بھرے ہوتے ہیں۔

اٹل بہاری واجپائی کے وزارت خارجہ کے دور میں ہی اسلام دشمن ہندوؤں کے اسرائیل سے تعلقات شروع ہوئے۔ اسی دور میں کٹر اسلام دشمن اسرائیلی موشے دایان بھارت آیا اور خفیہ طور پر بھارتی وزیراعظم مرار جی ڈیسائی سے بھی ملا۔ اس وقت کا ناپردہ میں شروع ہونے والے تعلقات اب مضبوط خارجہ و دفاعی تعلقات اور منصوبہ بندی کی شکل اختیار کر چکے ہیں یہود و ہنود کی اسی اسلام دشمن ملی بھگت کا نتیجہ شیطان رشدی کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا تھا۔ جس نے کتاب مذموم لکھی اور آج مسلمانوں کے خوف سے در در بھٹکتا اور چھپتا پھر رہا ہے۔

یہود و ہنود کے تیار کردہ شیطان کو اولا برطانیہ نے پناہ دی تھی مگر آج کل برطانیہ کو چھوڑ کر نیو یارک میں سکونت پذیر ہے اور اس کی احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ وہ اس برطانیہ کو جس نے اس کی حفاظتی بندوبست اور قیام و طعام پر کروڑوں پونڈ خرچ کئے نہ صرف برا بھلا کہہ رہا بلکہ اب اسے لندن کی گلیاں کوڑے دان لگنے لگی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اب یہ بھی کہنے لگا ہے کہ برطانیہ حکومت و انتظامیہ کی عدم دلچسپی اور تساہل کی وجہ سے وہاں میری جان خطرے میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ رشدی اپنے بل سے باہر نکلنے کی ہمت اس لئے کر پایا ہے کہ انقلاب اسلامی کے رہنما علامہ خمینی کا فتویٰ اٹھا لیا گیا ہے۔ حکومت ایران کے رویہ میں تبدیلی نے بھی اس کی حوصلہ افزائی کی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے نیو یارک چلا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ رشدی کے نیو یارک جانے کا محرک ہندوستانی نژاد ماڈل پدما لکشمی ہے کیونکہ جس

رشدی کے سامنے کبھی شیطان سجدہ ریز ہوا کرتا تھا آج کل وہ لکشمی جی کے سامنے ''سجدہ ریز'' ہے۔

شیطان کی اس نئی محبوبہ پدما لکشمی نے ماڈلنگ سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شہرت کی بلندیوں تک پہنچ گئی۔ ترقی یافتہ ممالک میں وہ سنڈی کرافورڈ کے پائے کی ماڈل تسلیم کئے جانے کی کوششوں میں ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے شہروں پیرس، نیویارک، لندن، واشنگٹن، سڈنی، ممبئی اور خاص طور پر اٹلی کے شہروں میں اس کی ماڈلنگ کے چرچے ہیں۔ اٹلی کے میکس میگزین کے ایک خاص شمارے میں ٹاپ کی جن دس ماڈلز کو جگہ ملی ان میں سنڈی کرافورڈ، بیلینا کرسٹنس اور کیٹ موس کے بعد پدما کا نمبر تھا یعنی وہ دنیا کی چوتھی سب سے کامیاب ماڈل سمجھی گئی ہے۔ ماڈلنگ میں نمایاں کامیابی کے بعد اس نے ٹی وی شوز اور فلموں کی طرف رخ کیا۔ اس کے لئے اسے ڈائریکٹروں کے دفاتر کے چکر نہیں لگانے پڑے بلکہ جلدی وہ اٹلی کے سب سے زیادہ مقبول عام ٹی وی شو Dominica میں کمپیئر کے عہدے پر فائز ہوگئی۔ یہ ٹی وی شو بشمول امریکہ پوری دنیا میں ٹیلی کاسٹ کیا جاتا ہے۔ اس پیش کش کے بارے میں وہ کہتی ہے میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ کسی دن ٹی وی شو کی پیشکار بنوں گی جس طرح میں نے کبھی ماڈلنگ کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

اس پروگرام سے اسے اتنی مقبولیت ملی کہ ہر روز دنیا کے نامور لوگوں کی جانب سے اس کے پاس شادی کی پیش کش آتی رہتی ہے۔ چونکہ Dominica in ایک فیملی تفریحی پروگرام ہے۔ اس لئے اس کے شیدائیوں میں بچوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ اس شو کو اپنے رنگا رنگ اور متنوع پروگرامز کی وجہ سے اتنی شہرت نہیں

ملی جتنی پدما لکشمی کے پیشکار ہونے کے باعث ملی ہے۔ پدما لکشمی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ لوگوں کے ارسال کردہ تحفے تحائف سے اس کا ڈرائینگ روم بھرا پڑا ہے اور اب اس میں کچھ بھی رکھنے کی مزید گنجائش نہیں رہ گئی۔ اٹلی میں اپنے اس اعزاز اور پذیرائی کے بارے میں وہ کہتی ہے کہ اطالوی مجھے ''آنریری ڈاٹر'' کے نام سے جانتے ہیں۔ جب ایک ہندوستانی لڑکی نے مس ورلڈ کا خطاب جیتا تو ایک اول درجے کے اطالوی میگزین Panorama نے ایک مضمون شائع کر کے مجھے اس طرح داد تحسین سے نوازا کہ ہمارے پاس اٹلی میں اپنی مس انڈیا ہے اور وہ ہے پدما لکشمی''۔

پدما اپنے اس بات کیک پروگرام کی بدولت پانچ سال تک اٹلی میں لوگوں کی آنکھوں کا تارا بنی رہی لیکن جلد ہی وہ اس سے بیزار ہو گئی۔ اس نے ٹی وی کو چھوڑ کر فلموں میں قدم جمانا چاہا۔ اس کی یہ خواہش بھی جلد ہی اطالوی فلم Caraibi میں پوری ہوئی۔ اس فلم کی زبردست کامیابی کے بعد وہ ڈارکنس اینڈ لائٹ کو لے کر پردہ سیمیں پر نمودار ہوئی۔ ایک دوسرے ہندوستانی اداکار کبیر بیدی نے بھی اس فلم میں اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس فلم میں اس نے جھانسی کی رانی کا کردار ادا کیا۔ اسی دوران اس کی کتاب Easy erotica منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں اس نے مختلف ممالک کا دورہ کرنے کے بعد وہاں رائج پکوان کے طریقے کو انتہائی سہل اور آسان اسلوب میں بیان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک اچھی نثر نگار بھی ہے۔ کتاب کے لئے اسے انٹرنیشنل کوک بک کا ایوارڈ دے کر اس کی مہارتوں کو اور صلاحیتوں کا برملا اظہار کیا گیا ہے کہ آج کل وہ ہالی ووڈ کی فلمیں بنوانے میں مصروف ہے۔

شہرت کی انتہائی بلندی پر پہنچنے والی اس اداکارہ اور ماڈل کا بچپن انتہائی ناموافق اور مخدوش حالات میں گزرا ہے۔ بچپن کی پوری زندگی حادثات سے پر ہے۔ پدما کے والدین کا تعلق جنوبی ہندوستان کے شہر مدراس سے ہے۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئی مگر اس کی پرورش و پرداخت اس کے آبائی گاؤں میں ہوئی۔ ساتویں دہائی میں اس کے والدین نے ہندوستان کو خیر باد کہا۔ اس وقت امریکہ ہندوستان سے آنے والے پیشہ وروں کو بہ آسانی ویزا فراہم کر رہا تھا۔ اس کی ماں اسے باپ کے حوالے کر کے امریکہ پرواز پر پدما کو سینٹ مائیکل میں مدراس میں داخلہ مل گیا۔ لیکن ماں کی وجہ سے امریکہ آنا جانا رہتا تھا۔ ایک جگہ قیام پذیر ہونے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے وہ پڑھائی پر اتنی توجہ نہ دے سکی اس کا دل اچاٹ ہو گیا۔

آٹھویں دہائی کے اواخر میں اس پدما اور اس کے والدین لاس اینجلس شفٹ ہو گئے وہاں اسے ہائی سکول میں داخلہ ملا۔ اس کی پرکشش شکل وصورت کو دیکھ کر اسے ونر فارمل پرنس کے اعزاز سے نوازا گیا۔ یہی اس کی شہرت کا نقطہ آغاز تھا۔ یہاں سے اس نے اپنے آپ کو امریکی معاشرے سے ہم آہنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس کی سرگرمیاں بڑھتی گئیں، ڈانس پارٹی میں شریک ہونا کلب میں جانا اور ڈرامہ وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اس کا معمول بن گیا لیکن اس بھاگ دوڑ میں اسے موت کے منہ سے گزرنا پڑا۔ ایک بار اس نے کچھ الٹی سیدھی دوائیں کھا لیں۔ دوا نے شدید ردعمل دکھایا اسے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ اسے ایڈز ہو گیا ہے۔ وہ اس وقت اس کے لیے انتہائی وحشت ناک تھا۔ تین ہفتوں تک وہ گونگی اور اندھی بنی رہی نہ کچھ بول سکتی تھی نہ ہی دیکھ سکتی تھی۔ کھانا پانی اور آکسیجن اسے نالیوں کے ذریعے دیا جا رہا تھا۔ بہت بعد میں مرض کی تشخیص ہوئی مکمل صحت یاب ہونے کے

بعد جب وہ اپنے بھگوان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مندر میں پوجا پاٹ کرنے گئی تو بدقسمتی سے مایہ نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ مندر سے واپس لوٹتے وقت ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ ایکسیڈنٹ اتنا خطرناک تھا کہ اس کی ماں اور سوتیلے باپ کو بذریعہ طیارہ نیو انگلینڈ میڈیکل سنٹر لے جایا گیا۔ اس اندوہناک واقعہ کے بارے میں اس کا بیان ہے۔ مجھے ایمبولینس سے دوسرے ہاسٹل میں لے جایا گیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ زندہ ہیں یا مردہ؟ میرے ہاتھ کی ہڈیاں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکی تھیں۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ میں اپنے ہاتھ سے معذور ہو گئی ہوں اور میں انہیں کبھی استعمال نہیں کرسکتی۔ لیکن بھگوان کی کرامت کہیے کہ بہت سارے آپریشن کے بعد میرا ہاتھ ٹھیک اور صحت مند ہو گیا اور اب بے شک میں اپنے استعمال کرسکتی ہوں، ناچ سکتی ہوں، کھانا کھا سکتی ہوں غرض کہ ضروریات زندگی پورا کرسکتی ہوں۔ پدما کے حالات سے اٹھا کر بعض ہاتھوں نے اس کو اپنی طرف راغب کرلیا اور انہی کی ایما پر وہ رشدی تک جا پہنچی۔

پدما لکشمی کے عادات اطوار کے بارے میں اس کی ماں وجے لکشمی کا کہنا ہے کہ وہ بہت شریف الطبع، سنجیدہ اور نرم خولڑکی ہے۔ نیو یارک میں وہ میرے نئے پرانوں کپڑوں کو پڑوسیوں کو تحفہ کے طور پر لے جا کر دے دیتی۔ وہ عورتیں میرا شکریہ ادا کرتیں اور میں الو بنی ان کا چہرہ تکتی رہتی، جب میں پدما سے اس کے بارے میں دریافت کرتی تو وہ کہتی کہ ان عورتوں کا دکھ درد اور تنہا پن اس سے نہیں دیکھا جاتا۔ سلمان رشدی سے تعلقات کے بارے میں پوچھنے پر اس نے کہا کہ وہ آزاد خود مختار اور نڈر ہے۔ اسے کیا کرنا ہے وہ زیادہ بہتر جانتی ہے۔

سلمان رشدی سے ہونے والی پہلی ملاقات کے بارے میں خود پدما کہتی ہے،

ہندوستان کے باشندے میری نجی زندگی، میری کتاب اور سلمان کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ اس کی تحریریں حیران کن ہیں۔ بذات خود وہ ایک باذوق اور بذلہ سنج آدمی ہیں۔ اپنی باتوں سے اکثر ہنساتے رہتے ہیں۔ مجھے ان سے حقیقی پیار ہے۔ میں بہت خوش ہوں، جب میں پہلی بار ان سے ملی تو وہ پہلے 60 سیکنڈ میں ہی میرے دل کے اندر جاگزیں ہو گئے۔ میرے دل کی دنیا بدل گئی۔ یہ محبت پر یہ بھروسہ نہیں تھا کیونکہ اس سے پہلے میرے ساتھ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ پیار ہے یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی چیز؟ میں ہمیشہ ان کے قریب رہنا چاہتی ہوں بس اور کچھ نہیں۔ یہ پدما لکشمی کی سوچ ہے۔ اس سے اتفاق ضروری نہیں۔ بہر حال یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیطان رشدی اب کوئی نیا شیطانی کھیل شروع کرنا چاہتا ہے۔ شیطان رشدی کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اس لکشمی سے پہلے بھی کئی لکشمیوں کو ہوس کا شکار بنا چکا ہے۔ لکشمی کنٹریکٹ میرج کی بنیاد پر ان سے نباہ کر رہی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ معاہدہ دیرپا ثابت ہوگا یا اس کا بھی حشر وہی ہوگا جو پہلے کئی دوسری لکشمیوں سے اس کی شادی کا ہو چکا ہے۔ چونکہ رشدی کی فطرت میں ہرجائی پن شامل ہے۔ اس لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ لکشمی کا عشق رشدی کے اعصاب پر تھوڑا عرصہ ہی سوار رہے گا۔

(یہ 2003ء کی تحریر ہے۔ اس کے بعد پدما نے اُس کو چھوڑ دیا) 20 ستمبر 2012ء کو ایک بھارتی ٹی وی چینل نے شیطان رشدی کے بارے رپورٹ دی کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ اور مایوس ہے، اس کا کہنا ہے کہ ”میری زندگی موت سے بدتر ہے، ہر وقت خوف و خدشات گھیرے رہتے ہیں، میں اپنی مرضی سے کہیں آ جا نہیں سکتا نہ کسی پر اعتبار کر سکتا ہوں۔“

بہرحال ذلت و خواری ہی شیطان رشدی کا نصیب اور عذاب الیم مقدر ہے۔

* * *

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپشِ آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان رفعنا لك ذكرك دیکھے

(علامہ محمد اقبالؒ)